امامیہ مشن لکھنؤ کا پچپنواں تبلیغی رسالہ

(رجسٹرڈ)



حصہ دوم

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

قیمت

محصول ڈاک

فہرست مضامین شہدائے کربلا علیہم السلام حصہ دوم

آپ مذہب کی حمایت کیونکر کرسکتے ہیں؟

(۱) امامیہ مشن کی ممبری قبول فرماکر۔

(۲) امامیہ مشن کے استقلال فنڈ کے ٹکٹ خرید فرماکر۔

(۳) امامیہ مشن کے تبلیغی رسائل خرید کر۔

جس سے آپ کی مذہبی معلومات میں اضافہ ہوگا اور مشن کی امداد بھی ہو جائیگی۔

(۴) امامیہ مشن کے تبلیغی رسائل ہم سے رعایتی قیمت پر خرید فرماکر غیر مذاہب میں مفت تقسیم کرکے (جیسا کہ بعض ہمدردان ملت عامل ہیں) امامیہ مشن ۵۵ تبلیغی رسائل چھ سال کے اندر اندر شائع کرچکا ہے جس کی کل تعداد ۸۰ ہزار سے اوپر ہو چلی ہے۔

ہر سال عشرۂ ماہ محرم میں اردو، ہندی، انگریزی رسائل غیر مذاہب میں مفت تقسیم کرتا ہے۔ لکھنؤ کی اچھوت کانفرنس میں دو زبانوں میں مفت رسائل تقسیم کیے ہیں۔

(خادم مذہب)

آنریری سکریٹری امامیہ مشن۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ


(حصہ دوم)
مصنفہ
حضرت فخر المحققین سید العلما مولانا المولوی السید علی نقی صاحب قبلہ
مجتہد العصر دام ظلہ
مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطاہرین۔

پہلے حصہ کی اشاعت ایسے حالات میں ہوئی تھی جب یہ امید بھی نہ تھی کہ اس کے بعد یہ خدمت پایۂ تکمیل تک پہونچ سکے گی۔

میری غیر معمولی بیماری نے جو عام طور پر دہشت کا باعث تھی اُس حصّہ کو ناقص مقدار پر ختم کر دیا۔ باوجودیکہ میں نے دیباچہ میں پوری کتاب کے دو حصّے قرار دیے تھے اور یہ کہا تھا کہ "پہلے حصہ میں اصحاب و انصار کا تذکرہ ہوگا جو بنی ہاشم کے علاوہ تھے اور دوسرے حصّہ میں اعزا و اقارب امام کا تذکرہ ہوگا" پھر بھی حبیب بن مظاہر کے حالات پر وہ حصّہ تمام کیا نہیں گیا بلکہ ہوگیا۔ اور امامیہ مشن کے سکریٹری کی جانب سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ اب دوسرا حصّہ بھی اصحاب ہی کے حالات میں ہوگا جن کی باقی ماندہ تعداد کافی کثرت رکھتی ہے اور پھر تیسرا حصّہ انشاء اللہ اعزا کے حالات میں ہوگا میں اب اسی ترتیب کی پابندی کرتا ہوں۔ توفیق خدا کی جانب سے ہے اور وہی دستگیر و مددگار ہے۔

امامیہ مشن لکھنؤ کی پچپنویں دینی خدمت

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس رسالہ کے دوسرے حصّہ کی اشاعت کی نوبت آئی۔

یہ موضوع اتنا اہم تھا کہ دل بیچین تھے کسی صورت سے یہ پایۂ تکمیل تک پہونچے۔

اس حصّہ کی اشاعت محرم کے قبل ہی کی جارہی ہے۔ تاکہ زمانۂ عزا میں حضرات مومنین اس کی کثیر تعداد خرید فرما کر مجالس میں تقسیم کرسکیں۔

والسلام

خادم مذہب
سید محمد رضا نقوی سکریٹری
امامیہ مشن ۔ وکٹوریہ اسٹریٹ ۔ لکھنؤ

ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔

"ردیف" کی صورت سے سوار ہوتا تھا۔

عتاب کے دو فرزند تھے قیس اور قعنب۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ منصب قیس کو حاصل ہوا۔ بنی شیبان نے اُس سے منازعت کی جسکے نتیجہ میں "یوم الطخفہ" کی خونریز جنگ واقع ہوئی۔ قیس کے سلسلہ میں اخوص شاعر ایک صحابی تھے جن کا نسب ہے "زید بن عمر بن قیس بن عتاب" طبقہ کے لحاظ سے وہ حُر کے باپ یزید کے چچا زاد بھائی اور حُر کے رشتہ کے چچا ہوتے ہیں۔

ذاتی عزت

حُر کوفہ کے رؤسا میں سے تھا۔ اور ابن زیاد کی فوج میں افسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب امام حسینؑ مکہ سے کوفہ کے قصد سے روانہ ہوئے ہیں اور ابن زیاد کی جانب سے جو کوفہ کا حاکم تھا حدود کی ناکہ بندی ہوئی ہے جس کا تذکرہ میں نے اپنی متعدد کتابوں میں کیا ہے[۱] حصین بن نمیم کو کئی ہزار سواروں کے ساتھ قادسیہ میں مقرر کیا گیا تھا۔

حُر بھی اس لشکر میں تھا اور وہیں سے ایک ہزار سواروں کا سردار ہو کر امام حسینؑ کے سدّ راہ ہونے کیلئے آگے بڑھا تھا۔

امام سے پہلی ملاقات

امام حسینؑ اپنے منازل سفر میں شراف سے آگے

---

[۱] قاتلان حسین کا مذہب طبع چہارم صفحہ ۹۵ مجاہدۂ کربلا صفحہ ۵ اسوۂ حسینی صفحہ ۱۳۴ و صفحہ ۱۳۵۔

(اؔ)

(۶۴) حُربن یزید ریاحی

نام و نسب حُربن یزید بن ناجیہ بن قعنب بن عتاب بن ہرمی بن ریاح بن یربوع بن حنظلۃ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم التمیمی الیربوعی الریاحی۔[1]

طبری میں ایک جگہ "الحر بن یزید الحنظلی ثم النہشلی" لکھا ہے۔[2] حنظلی لکھنے کی وجہ مذکورہ بالا سلسلۂ نسب سے ظاہر ہے کیونکہ "یربوع" کے پہلے حنظلہ بن مالک کا نام سلسلۂ اجداد میں موجود ہے لیکن "نہشلی" لکھنے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ممکن ہے اس سلسلہ میں حنظلہ کے بعد کہیں پر "نہشل" کا واسطہ ہو جو درمیان سے ساقط ہو گیا ہے۔

خاندانی خصوصیت حُر کا خاندان عرب میں قدیمی عزت کا مالک تھا۔ عتاب جو حر کی چوتھی پشت میں ہے نعمان بن منذر ملک حیرہ کے مخصوصین میں وہ درجہ رکھتا تھا کہ گھوڑے پر اُسکے

ؔ نام کے اوپر نمبر شمار اس حصہ کا ہے۔ اور نام کے پہلو میں نمبر شمار کا سلسلہ پہلے حصہ کے شہدا کے لحاظ سے ہے۔

[1] ابصار العین ص۱۱۵ ۔ [2] تاریخ طبری ج ۶ ص۲۲۳

بات پر باقی ہو تو خیر نہیں تو جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں"۔ تو اس تقریر کا بھی حرؔ کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ بالکل خاموش تھا اور اسے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوتی تھی۔

نماز جماعت

جب نماز کی اقامت ہوئی تو اس وقت امام نے حرؔ سے فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کو علحدہ نماز پڑھاؤ گے حرؔ نے عرض کیا نہیں بلکہ آپ نماز پڑھائیے اور ہم سب آپ ہی کی اقتدا ر میں نماز پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دونوں طرف کے لشکروں نے امام کے پیچھے نماز ادا کی۔

اس سے یہ نتیجہ تو نکالا نہیں جا سکتا کہ حُر یا اُس کے ساتھی مذہبی حیثیت سے شیعہ تھے جبکہ عام اسلامی نقطہ نظر سے امامت جماعت کے لئے امام یعنی جانشین رسول ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اکثریت کے نزدیک عدالت تک بھی معتبر نہیں ہے بلکہ صرف مسلمان ہونا کافی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ غیر شیعہ مسلمان بھی حسین بن علی کو ایک فرد مسلم سمجھنے پر تو مجبور رہی ہیں۔ پھر آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ شیعہ تھے، مگر پھر بھی یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے دل میں امام حسین کی نسبت کوئی خاص جذبہ عداوت و نفرت نہیں تھا بلکہ کسی نہ کسی حد تک آپکے عظمت و بزرگی کے احساس سے متاثر تھا جب ہی وہ خود آپکے مقابلہ میں علحدہ نماز جماعت قائم کرنے کو ایک

بڑھے ہیں، پہلی محرم ۶۱ھ دوپہر کا وقت ہی اُس وقت سامنے سے لشکر آتے ہوئے نظر آیا۔ میں نے "مجاہدہ کربلا" میں اسکو تفصیل کیساتھ لکھا ہے امام نے فوج کو آتے دیکھکر ذوحسم پہاڑ کا جو آپکے بائیں طرف تھا رخ کیا تاکہ اُسے پس پشت قرار دیکر دشمنوں سے سامنے کی جانب سے مقابلہ کریں آنے والی فوج نے بھی اُسی طرف کا رخ کردیا مگر حضرت اس مقام تک پہلے پہونچ گئے تھے۔ آپکے خیمے نصب ہو چکے تھے اُس وقت وہ لشکر پہونچا۔ یہ حُر ہی تھا جو اپنے رسالے کے ساتھ آیا تھا۔ فوج پر پیاس کا غلبہ تھا۔

امام نے سب سے پہلے پورے لشکر کو پانی سے سیراب کرایا، اس کی تفصیل بھی میں نے اپنی اور کتابوں میں لکھی ہے۔[ل]

فرزند رسول کے اس ایثار، کرم، حسن اخلاق، بلند حوصلگی اور انسانی ہمدردی کا سب سے پہلا اثر تھا جو حُر کے دل پر قائم ہوا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اُس سے امام کے مقابلہ میں کسی مخالف طرز عمل کا اختیار کرنا بنا ہی نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب نماز ظہر کے وقت امام نے حُر کی فوج کے سامنے تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپنے اہل کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تمھارے خطوط کی بنا پر تمھارا ابلایا ہوا آیا ہوں، اگر تم اس

ل مجاہدہ کربلا صفحہ ۷۱ و ۷۲۔ اسوۂ حسینی صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳

جدا نہ ہوں ۔ یہاں تک کہ آپ کو ابن زیاد کے سامنے لیجائیں"۔
بس حُر اب امام کے سامنے ایک مخالف کی صورت سے تھا ۔ امام نے فرمایا۔

" الموت ادنی الیک من ذلک"

"یہ بھلا کہاں ممکن ہے ۔اس سے پہلے موت تیرے سامنے ہوگی"۔

مخالفانہ اقدام اور ادب شناسی

حر کے لئے بڑا نازک مرحلہ تھا اُس لئے کہ اُس کا ضمیر بالکل مردہ نہ تھا ۔ اُسے ایک طرف فرضِ منصبی کا خیال اور دوسری طرف حسین بن علی کی شخصیت کا احساس ۔ مگر موقع سخت سے سخت ہوتا جارہا تھا ۔ اس کے پہلے صرف الفاظ کی ضرورت تھی اور اب عمل ۔ کیونکہ امام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ ۔ چنانچہ سب لوگ یہاں تک کہ مخدرات بھی اپنی عماریوں میں سوار ہو گئے حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ چلو جس راستہ سے آئے ہیں اُسی راستے پر چلو ۔ اب حُر کو کیا کرنا چاہیے ۔ وہی جو اُس کو حکم دیا گیا ہے' حر کی فوج سامنے آکر سدراہ ہوگئی اور اُس طرف جانے سے مزاحمت کی ۔

حُر سامنے تھا ۔ امام نے غصہ سے فرمایا ۔

نکلتک امک ما ترید ۔ ماں تیری تیرے ماتم میں بیٹھے کیا ارادہ

غیر موزوں اور بے محل بات اور ایک طرح کی بے ادبی سمجھا۔

امام کی دوسری تقریر اور حُر کا جواب

نماز کے بعد امام اپنے خیمہ میں تشریف لیگئے اور حُر اپنے خیمہ میں۔ پھر عصر کے بعد امام نے اپنے اصحاب کو روانگی کیلئے تیار ہونے کا حکم دیا اور عصر کی نماز پڑھائی جسکے بعد آپنے فوج حُر کے سامنے دوسری تقریر کی جس میں دوبارہ خطوط کا تذکرہ کیا اور اُسی بات کو دوہرایا کہ اگر تم اپنے خطوط کے مضمون پر قائم نہ ہو تو میں واپس چلا جاؤں

حُر اسکے پہلے امام کے اخلاقی اثر سے خاموش تھا مگر اُسے اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کا خیال تھا۔ وہ ابن زیاد کا نوکر تھا اور خاص طور پر حسینؑ کو روکنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وقت اب وہ آگیا تھا کہ حسینؑ روانگی کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں اور اب اگر حُر خاموشی کی پالیسی پر قائم رہا تو اُس کا مقصد بالکل فوت ہوتا ہے۔ اس لئے اب اپنے دل کو سخت کر کے وہ بولا اور اُس نے کہا

"ہمیں نہیں معلوم یہ خط کیسے ہیں جن کا آپ حوالہ دیتے ہیں۔"

حضرت نے وہ تمام خطوط منگوا کر سامنے پھیلا دیئے۔

حُر نے کہا "ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط بھیجے تھے۔ ہمیں یہ حکم ہوا ہے کہ جہاں آپ مل جائیں پھر ہم آپ سے

پہونچیں۔ جب آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو ایک ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف واپسی کا راستہ ہو اس کے بعد میں ابن زیاد کو لکھوں۔ اور آپ بھی چاہیں تو یزید یا ابن زیاد کو خط لکھیں۔ شاید خدا اس طرح سے ایسی صورت پیدا کردے کہ مجھے آپ سے کوئی عملی مخالفت نہ کرنا پڑے۔

دیکھا آپنے۔ حُر کی نیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ معلوم ہو رہا ہے کہ اُس کا دل ڈانواڈول ہے۔ اُسے یہ فکر ہے کہ میں اس بلند ہستی سے عملی مخالفت کس طرح کرونگا۔ وہ پہلو ڈھونڈھ رہا ہے کہ کسی طرح اُسے آپکے ساتھ تصادم نہ کرنا پڑے اور عملی مخالفت کی نوبت نہ آئے اُسے اس کی بھی آرزو ہے کہ کسی طرح معاملات رو باصلاح ہوجائیں اور اس لئے وہ یہ مشورہ بھی دینا چاہتا ہے کہ آپ یزید یا ابن زیاد کو خط لکھئے۔ مگر ابھی اُس کے نفس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنی ملازمت کے خیال کو بالکل دل سے نکال دے اور دنیاوی زندگی کو اپنی بخیال خود فنا کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

راستہ کی گفتگو

جب امام اُس راستہ پر روانہ ہوئے جو آخر میں حُر نے معیّن کیا تھا تو راستہ میں حُر کہنے لگا۔

انّی اذکرک اللّٰہ فی نفسک فانّی اشھد لئن قاتلت لتقتلنّ ولئن

رکھتا ہے۔

حُر ایک شریف قوم وقبیلہ کا انسان تھا اور دنیاوی عزت رکھتا تھا۔ اُس کے لئے اس فقرہ نے تازیانہ کا کام کیا۔ مگر پھر بھی وہ حسین کے مقابلہ میں اپنے نفس کو "چھوٹا" پا رہا تھا، اس لئے اُس نے ایک عجیب انداز سے اس فقرہ پر احتجاج کیا۔ وہ کہتا ہے۔

"خدا کی قسم اگر کوئی اور قوم عرب میں سے مجھے یوں کہتا اس حالت میں کہ جس حالت میں آپ ہیں تو میں بھی ضرور اُس کی ماں کا اسی طرح ذکر کرتا، وہ کوئی بھی ہوتا مگر بخدا آپ کی والدۂ ماجدہ وہ ہیں کہ جن کا ذکر بغیر انتہائی ممکن عزت واحترام کے میں کر ہی نہیں سکتا۔"

امام نے فوراً اندازہ کرلیا کہ اس کا دل میرے مقابلہ میں جھکا ہوا ہی آپ نے طرز کلام میں تبدیلی فرمائی اور کہا "پھر تم چاہتے کیا ہو؟" حُر نے کہا "خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لیجاؤں۔"

حضرت نے فرمایا "میں تمہارا کہنا ہرگز نہیں مانونگا۔"

اُس نے کہا "میں آپ کو چھوڑونگا ہرگز نہیں۔"

تین مرتبہ رد وبدل ہوئی۔ آخر میں پھر حُر کے نفس نے شکست کھائی اور اُس نے کہا "میں آپ سے جنگ کرنے پر مامور نہیں ہوں۔ مجھے تو یہ حکم تھا کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کو ف

انجام قتل ہی ہے۔ لیکن حسین اس کو ایک درمیانی منزل قرار دے کر کسی اُس کے بعد کے درجہ کو فتح و شکست کا معیار قرار دے رہے ہیں۔

حُر سمجھا یا نہیں سمجھا مگر وہ اتنا سمجھ لیا کہ میری نصیحت کا کچھ اچھا اثر نہیں ہوا۔ اس لئے اُس نے اب حسینؑ کے ساتھ ساتھ چلنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور وہ حضرتؑ سے تھوڑے فاصلہ پر علٰحدہ ہو گیا اور دور دور روانہ ہوا مگر آپ سے جدا نہیں ہوا۔

ایک اور واقعہ

جب امام "عذیب الہجانات" میں پہونچے تو چار آدمی اہل کوفہ میں سے غیر معروف راستہ سے امام کی نصرت کے لئے آئے۔ یہ عمر بن خالد صیداوی، اُنکا غلام سعد اور تین اور آدمی تھے (ملاحظہ ہو شہدائے کربلا حصہ اوّل ص ۴۲ – ۴۹)

حُر امام کی نقل و حرکت کا نگراں تھا، اُس نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ اس لئے یا تو میں انھیں گرفتار کر کے قید کر لونگا یا کوفہ واپس کر دونگا۔

حضرت نے فرمایا اب جبکہ یہ میرے پاس پہونچ گئے اور میری امان میں آ گئے تو میں انھیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتا اور تم نے اقرار کیا تھا کہ جب تک ابن زیاد کا خط تمھارے پاس نہ آ جائیگا مجھ سے کچھ تعرض نہ کروگے اب اگر تم اس بات پر قائم نہیں رہوگے تو میں

قوتلت لتهلكن فيما ارى۔

"میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں آپ اپنی زندگی پر رحم کیجیے اگر آپ نے بڑھ کر جنگ کی تو یقیناً قتل کیے جائیں گے اور اگر دشمن نے بڑھ کر آپ پر حملہ کیا تب بھی میری رائے میں آپ ہلاک ہونگے۔"

الفاظ میں یقیناً ہمدردی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے اُس کا دل حسینؑ پر کُڑھ رہا ہے۔ مگر اُس کا نفس اُس بلندی پر نہیں ہے کہ وہ حسین کے اس اقدام کے آخری نتائج تک پہونچ سکے۔ اُس کو حسین کی نفس کی پوری عظمت کا اندازہ بھی نہیں ہے جو دنیا کی زندگی کو اپنے سامنے ہیچ قرار دیتی ہے۔ پھر وہ ایک فوج مخالف کی فرد ہونے کے ساتھ یہ کہہ رہا ہے جس میں ایک تہدید کا پہلو بھی مضمر معلوم ہوتا ہے جس کو حسینؑ کی بلند ہمتی برداشت نہیں کر سکتی حسین نے اُس کو اپنے مقصد کی گہرائیوں پر ایک عمیق ابہام کے پردہ میں مطلع کر دیا یہ فرما کر کہ:۔

افبالموت تخوفنی فهل یعدو بکم الخطب ان تقتلونی

"کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ اور کیا تم اس سے زیادہ کچھ کر سکتے ہو کہ مجھے قتل کر دو۔"

یہ بظاہر عجیب چیز ہے ـــــ انسانی نگاہ میں آخری زیادہ سے زیادہ

بندگی کی بنا پر جس سے واقعی حرّیت اُسے ابھی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ اس لئے اس خط کے آنے کے بعد اس نے امام اور امام کے اصحاب کے سامنے یہ اعلان کر دیا کہ :۔

"یہ امیر ابن زیاد کا خط ہے اور اس میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سب کو اُسی جگہ اترنے پہ مجبور کروں جہاں مجھے یہ خط پہونچے اور امیر کا قاصد موجود ہے اور اسے حکم ہے کہ یہ مجھ سے علحدہ نہ ہو جب تک اس حکم کی تعمیل نہ ہو جائے۔"

ان الفاظ میں بھی کمزوری صاف نمایاں ہے۔

وہ حسینؑ کے سامنے اپنی بے بسی اور مجبوری کو پیش کئے دے رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میں اپنی طرف سے سختی نہیں کرنا چاہتا۔ مگر اب میں خود زیر حراست و نگرانی ہوں۔

وہ ان الفاظ میں گویا درخواست کر رہا ہے کہ آپ مجھے اس کا موقع نہ دیجئے کہ میں اپنے ضمیر کے خلاف اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوں اور عملی حیثیت سے کوئی مزاحمت کروں۔

اُس کی اس صفائی کی حسینؑ نے قدر کی اور وہی حسین جو اس کے پہلے اسی حر کی مزاحمت پر بگڑ گئے تھے اور کہا تھا:۔ الموت ادنی الیک من ذلک۔" تجھے اس کے پہلے کہ مجھے روکے

تم سے مقابلہ کروں گا۔ حُر نے پھر خاموشی اختیار کی اور بات رفت و گذشت ہو گئی۔

ابن زیاد کا خط

حُر کا رویہ امام کے ساتھ مشکوک تھا جیسا کہ میں نے "مجاہدۂ کربلا" میں خیال ظاہر کیا ہے ممکن ہے اُس کے رسالہ کے کسی شخص نے ابن زیاد کو اطلاع دی ہو کہ حُر امام کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہیں کر رہا ہے اس کا نتیجہ تھا کہ ابن زیاد نے تنبیہ کی ضرورت محسوس کی اور حُر کے نام یہ خط بھیجا کہ

"تم کو لازم ہے کہ جہاں پر یہ خط پہونچے اور میرا قاصد آئے فوراً حسین کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انھیں ایسی جگہ قیام کرنے پر مجبور کرو جہاں آب و گیاہ موجود نہ ہو اور نہ کوئی قلعہ و جائے پناہ ہو۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ساتھ رہے اور اُسوقت تک علٰحدہ نہ ہو جب تک کہ میرے حکم کی تعمیل نہ ہو جائے۔"

آخری الفاظ صاف بے اطمینانی کا پتہ دے رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حُر کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں رو رعایت کریگا یا سہل انگاری سے کام لے گا۔

اب حُر بھی مجبور تھا۔ حقیقتہً مجبور نہیں بلکہ اس دنیا کی

اس کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ جب اس نے عملی تصادم نہیں کیا ہے بلکہ سچائی کے ساتھ اپنا معاملہ میرے سامنے رکھ دیا ہے اور صرف زبانی اپنے مقصد کو میرے سامنے پیش کیا ہے تو مجھے عملی طور پر ایسی صورت نہیں لانا چاہیے کہ اس سے اور مجھ سے جنگ درپیش ہو۔

چنانچہ آپ نے آگے بڑھنے کا خیال ترک کیا اور اُسی صحرا میں آپ اتر پڑے جہاں کیلئے حرؔ نے کہا تھا۔

کربلا پہونچنے کے بعد

حسینؑ کے کربلا میں ٹھہرنے کے بعد حرؔ نے ابن زیاد کو اطلاع دی۔

وہاں سے عمر بن سعد اس مہم کا ذمہ دار بنا کر بحیثیت افسر اعلیٰ کے بھیج دیا گیا۔ حرؔ کی ذمّہ داری ختم ہوئی اس کے بعد سے عاشور کے دن تک پھر حرؔ کا کوئی ذکر تاریخ میں نہیں ملتا۔

ذاکرین جو یہ روایت پڑھتے ہیں کہ شبہائے عاشور میں سے کسی شب حرؔ خدمت امام میں حاضری کے لئے آیا۔ جناب عباس طلایہ پھر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر امام کے پاس جانا ہے تو اسلحہ یہیں رکھ دو۔ حرؔ نے انکار کیا اور کہا کہ سپاہی اپنے ہتھیار کسی کے سپرد نہیں کرتا جناب عباس نے فرمایا کہ پھر تو امام کی خدمت میں جا بھی نہیں سکتا اس گفتگو کی آواز امام نے سن لی فرمایا کہ حرؔ کو آنے دو جناب عباس

موت کا سامنا کرنا پڑیگا"

صرف اُس کے اتنے کہنے پر وہیں اتر پڑنے پر آمادہ ہوگئے، بیشک کچھ قریبی آبادیوں کا نام لیا کہ وہاں ہم کو پہونچ لینے دیا جائے مگر حُر نے اُنہی الفاظ میں اپنی مجبوری کا اظہار کیا کہ مجھے حکم یہ ہے کہ آپ کو ایسی جگہ اتاروں جہاں آب وگیاہ نہ ہو۔ اور یہ شخص میرے اوپر نگراں مقرر کیا گیا ہے کہ یہ جاکر میرے طرزعمل کی اطلاع دے" گویا وہ اپنی نسبت خطرہ کا اظہار کر رہا ہے اور یہ کہ ابن زیاد مجھ سے بدگمان ہو چکا ہے اور میری جانب سے اب ذرا بھی مراعات میرے واسطے مناسب نہیں ہے۔

حسینؑ اُسکے اندازِ گفتگو اور طرزِعمل کی ان تمام گہرائیوں کو سمجھ رہے تھے۔ وہ ابھی اُس سے اس کی توقع نہیں کرنا چاہتے تھے کہ وہ دنیاوی زندگی کے خیال کو بالکل دل سے نکال دے اور اپنی جان کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کیونکہ اُس کا نفس ابھی خام تھا اور اُس کے پختہ ہونے میں تھوڑا وقفہ تھا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ باوجود اصحاب میں جوش پیدا ہونے اور جنگ پر آمادہ ہو جانے کے امام نے اُن سب کو روک دیا اور یہ فرمایا کہ" میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا"

عبداللہ بن زہیر بن سلیم ازدی، جماعت اہل مدینہ پر۔ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ حنفی، مذحج واسد پر۔ قیس بن اشعث بن قیس ربیعہ کندہ پر اور حر بن یزید ریاحی، تمیم وہمدان پر افسر مقرر کئے گئے[1]

دوسری تاریخ محرم سے دسویں تک، اس آٹھ دن میں حُر کی حالت کیا تھی؟ اسے تاریخ کے اندھیرے پردہ میں رہنے دیجئے۔ اور یہ راز منکشف ہوتا تو کیونکر؟ جبکہ اُس کا کوئی بتلانے والا رہا نہیں۔

لیکن بعد کی صورت حال اور حُر کی گفتگوؤں نے صاف بتلا دیا ہے کہ حر جس وقت سے امام حسینؑ کو کربلا میں پہونچا کر ابن زیاد کو اطلاع دے چکا اُس وقت سے برابر خاموشی کے عالم میں انتہائی عمیق نگاہ سے مگر بیچینی کے ساتھ حالات کا مشاہدہ کرتا رہا۔

اُس نے راستہ ہی میں اس طرح کی سلسلہ جنبانی کی تھی کہ کسی طرح امام حسینؑ اور یزید یا ابن زیاد کے درمیان کچھ خط وکتابت ہو اور معاملات رو باصلاح ہو جائیں۔ اُسے کربلا میں پہونچنے کے بعد بھی یہ توقع تھی کہ درمیان میں کوئی ایسا مشترک نقطہ پیدا ہو جائیگا جہاں امام اور اُنکے مخالف مجتمع ہو جائیں اور جنگ کی صورت پیش نہ آئے۔ اُسے کوفہ سے متواتر فوجیں آنے سے انتشار ضرور پیدا ہوا ہوگا مگر عمر سعد کا

---

[1] طبری جلد ۶ صـ ۲۴۱۔

حکم امام سے مجبور ہوئے حر کو حاضری کی اجازت دی مگر حر کی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اس شان سے امام کی خدمت میں لائے"۔

اس کی اصلیت بالکل اس سے مختلف ہے۔ میں نے اس واقعہ کو "معرکۂ کربلا" (صفحہ ۱۶) میں لکھا ہے۔

آنے والا کثیر بن عبداللہ شعبی تھا کہ طلایہ پھرنے والے ابو ثمامہ صائدی تھے۔ انھوں نے کہا ہتھیار کھول کر رکھ دو۔ اس نے انکار کیا۔ انھوں نے کہا اچھا میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہونگا اور اس طرح تجھ کو لے جاؤنگا۔ اُس نے اسے بھی گوارا نہ کیا۔ آخر ابو ثمامہ نے اُسے خدمت امام میں نہ جانے دیا اور وہ واپس گیا۔ یہ پورا واقعہ وہ ہے جو اُس شکل میں مشہور ہو گیا ہے۔

اس طرح کی روایتیں بہت مشہور ہیں جن کی اصلیت کچھ اور ہے اور ہم نے اُن میں سے بعض کے متعلق حقیقت کا انکشاف اپنی مختلف کتابوں میں کیا ہے۔

عاشور کی صبح

عمر سعد نے صبح عاشور جب لشکر کو ترتیب دیا اور میمنہ و میسرہ مختلف افسروں کے سپرد کیا تو پھر قبائل کے اعتبار سے ایک تقسیم کی، اس میں حر کو بھی افسری کا عہدہ دوبارہ ملا۔

جنگ اور اُن کے قتل میں شرکت کا سوال پیش تھا اور اب وہ سمجھا کہ میں نے اس سے پہلے غلطی بھی اقدامات کئے وہ ایک مظلوم مقدس ہستی کو فنا کی منزل سے قریب کرنے کے سامان تھے۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہی اور اس کے بعد پھر اب کیا مجھ کو اس سے بڑے اقدامات میں شرکت کرنا چاہئے۔ کیا میں حسین کے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگین کر سکتا ہوں۔

اُس کا ضمیر سختی سے انکار کرتا تھا کہ ہرگز نہیں، مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا اُسے اب سب کچھ یاد آتا تھا کہ حسینؑ وہ انسان تھے جس نے اُس سخت موقع پہ مجھے اور میری تمام فوج کو پانی سے سیراب کیا۔ اب اُن پہ پانی بند ہی اور میری بدولت جس نے کہ انھیں اس بے آب و گیاہ جنگل میں اترنے پر مجبور کیا۔ اُسے یہ احساس کر کے خود اپنی ہستی سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اس کا تدارک کیا ہے۔ میں حسین کے پاس جا کر اپنی اس خطا کو معاف کراؤں۔ مگر کیا اتنا بڑا جرم دنیا میں معافی کے قابل بھی ہے؟! پھر اگر حسین نے میری خطا کو معاف کیا تو میں کہاں کا رہا۔ نہ دنیا ملی نہ آخرت۔ پھر بھی اُس کا ضمیر کہتا تھا کہ چل کر معافی مانگنا تو چاہئے۔ انھوں نے نہ بھی معاف کیا پھر بھی اپنی امکانی کوشش تو اس دھبے کے اپنے دامن سے مٹانے کی کر لونگا۔ میں جب اپنی جان اُن کے قدموں پہ ڈال دونگا تو پھر وہ بھی کریم النفس ہیں کہاں تک

طرزِ عمل اُس کے لئے امید افزا تھا جو خود صلح کی گفتگوئیں کر رہا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح جنگ نہ ہو۔

ایسا بھی وقت آیا جب سلسلۂ گفتگو ایک ایسے نقطہ پر پہونچا جہاں عمر سعد تک نے یہ طے کر لیا کہ اب معاملہ یکسو ہو گیا۔ اور مقابلہ کی ضرورت نہیں باقی رہی۔ پھر ایسی صورت میں حرؑ کو یہ سمجھنے کی کیا وجہ تھی کہ جنگ ضرور ہو گی۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ امام کا طرزِ عمل روادارانہ ہے۔ آپ اپنی جانب سے معقول شرائط پیش کر رہے ہیں جن پر صلح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

یہ توقعات تھے جو اُس کے دل میں نویں محرم کی سہ پہر تک قائم تھے اور اُس پر کیا کسی شخص کو اس وقت تک اس امر سے مایوسی کے اسباب نہ پیدا ہوئے تھے کہ صلح نہ ہو گی مگر ۹ محرم کی شام کو یہ سب امیدیں منقطع ہو گئیں ابن زیاد کے اُس خط سے جو شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھ عمر سعد کے پاس پہونچا جس کے بعد عمر سعد مجبور ہوا کہ وہ اُسی وقت امام کے لشکر پر حملہ آور ہو جائے اور بہت مشکل سے صرف ایک شب کی مہلت عبادت خدا کے لئے منظور کرے۔

یقیناً یہ وہ وقت تھا کہ اب حقیقتہً حرؑ کے سامنے امام حسینؑ سے

اور مؤثر خطبہ سنا جس نے اُس کے دل کے تاثرات میں اور اضافہ کردیا۔ مگر پھر اُس نے انتظار کیا کہ اس کا اثر مخالف فوج پر کیا پڑتا ہے۔ اُس نے دیکھا کہ زہیر بن قین نے بڑھکر تقریر شروع کی اور ناصحانہ انداز میں اہل کوفہ کو مخاطب کیا، ان تمام باتوں کے بعد بھی اُسے احساس ہوا کہ فوج ابن زیاد جنگ پر آمادہ ہے اور اُس کے ارادوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے۔

بس اب حُر کے ضبط وصبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ اور وہ خیال جو اُس کے دل میں پرورش پا رہا تھا اب رازداری کی حدود سے آگے بڑھ گیا

عمر سعد سے گفتگو

حر آیا عمر سعد کے پاس، کہا[1]

أمقاتل انت هذا الرجل "کیا تم اس سے واقعی جنگ کروگے؟"

یہ سوال اپنے اندر ان سب قلبی کیفیتوں کو مضمر رکھتا ہے جن کی تشریح کے لئے میں کئی صفحے سیاہ کرچکا ہوں۔

اُسے یہ یقین آنے کے قابل بات ہی نہیں معلوم ہوتی کہ فرزند رسول سے جنگ عملی شکل بھی اختیار کریگی۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ آثار وقرائن کو جنگ کے قطعی پا رہا ہے۔ مگر پھر بھی اس کی آرزو رکھتا ہے کہ یہ سب نمائشی ہو اور اس میں حقیقت بالکل نہ ہو

عمر سعد اُسکے ضمیر کے اندرونی کیفیات سے بالکل بیگانہ تھا

---

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴۴۔

خیال نہ کرینگے۔

یہ خیالات تھے جو اُس کے دماغ میں ایک تلاطم برپا کئے ہوئے ہونگے۔ اور وہ شب عاشور ہی تھی جس کی سیاہی کے بے پایاں سمندر میں اُس کے خیالات کی کشتی تھپیڑے کھارہی تھی اور کسی مرکز پر ٹھہرتی نہ تھی ہو مارتا ہوا جنگل اور رات کا سناٹا صفحۂ تاریخ بھی سنسان ہر کون مؤرخ ہے جو اس معرکہ کی داستان قلمبند کرے جو حر کے دل و دماغ میں برپا رہا۔

ہاں البتہ "الشعراء تلامیذ الرحمٰن" سچا شاعر حقیقت کا ترجمان ہوتا ہے۔ میر انیس علیہ الرحمہ اور اُن کے خاندان کے دوسرے باکمال مرثیہ گویوں نے جس طرح اس رات حر کی حالت کی تصویر کشی کی ہے وہ یقیناً ایک صحیح واقعہ ہے جس کی روایت خاموش فطرت کے واسطہ سے شاعر کے دل تک پہونچی ہے اور واقعات کے قرائن اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔

رات کسی طرح گذری اور صبح ہوئی، حر کو پھر بھی یہ دیکھنا ہے کہ اب کیا ہوتا ہے کیا واقعی جنگ ہی ہوگی یا کوئی اور صورت رونما ہوگی۔ اُس نے انتہائی ضبط و صبر کے ساتھ دیکھا کہ فوج کی ترتیب ہوئی۔ اُسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ایک حصۂ فوج کا افسر قرار دیا گیا ہے۔ اُس نے امام کا بےنظیر

اپنے فیصلہ کو جو بہت مشکل سے اُس کے دل و دماغ کی جنگ سے طے پایا تھا عملی لباس پہنائے۔

فوج مخالف سے علحدگی

حُر کو یہ اندیشہ ضرور تھا کہ اگر فوج سے نکلنے کے پہلے یہ اطلاع ہو جائے کہ میری نیت میں کچھ تبدیلی ہو رہی ہے تو مجھے یہیں گرفتار کر لیا جائیگا اور میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونگا۔ اس لئے وہ اس وقت بہت احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ اُس کے قبیلہ کا ایک شخص قرہ بن قیس اُسکے ساتھ تھا حُر کو اُسکا رہنا ناگوار ہو رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ کسی طرح میرے پاس سے ٹل جائے مگر کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ آخر اُس نے کہا "قرہ آج تم نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا" اُس نے کہا "نہیں ابھی نہیں" کہا "پھر پلاؤ گے نہیں"۔

انسان کا چہرہ، اُس کی بات چیت، اُس کے چہرہ کا رنگ، سب ہی اُس کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں۔ حُر لاکھ چھپائے مگر دل کا اضطراب چھپنے کی چیز نہیں۔ قرہ کچھ نہ سمجھا، اتنا تو سمجھ لیا کہ یہ مجھے اپنے پاس سے ٹالنا چاہتے ہیں اور چونکہ وہ سنجیدہ شخص تھا (ملاحظہ ہو معرکہ کربلا" صـ۱۱) اس لئے وہ ہٹ گیا،

حُر نے اپنے خیال میں بڑی فتح حاصل کی۔ اُس نے آہستہ آہستہ گھوڑا اپنا فوج امام کی طرف بڑھانا شروع کیا۔

اُس نے افسرانہ انداز میں بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔

ای واللہ قتالا ایسرہ ان تسقط الرؤس وتطیح الایدی

"ہاں ہاں! بخدا ایسی جنگ جس کا انتہائی کم نتیجہ یہ ہو کہ سروں کی بارش ہو اور ہاتھ کٹ کٹ کر زمین پر گرتے ہوں"۔

حُر نے کہا افمالکم فی واحدۃ من الخصال التی عرض علیکم رضا۔

"کیا اتنے مطالبے جو حسینؑ نے پیش کئے ان میں سے کوئی تم لوگوں کے نزدیک منظوری کے قابل نہیں ہے"۔

دیکھا آپ نے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صلح کی گفتگو کو پوری غور سے نتیجہ کی جستجو کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور اُسے یقین تھا کہ حسینؑ کے مطالبات ضرور مان لئے جائینگے۔

عمر سعد نے کہا واللہ لوکان الامر الی لفعلت لکن امیرک قد ابی ذلک

"خدا کی قسم اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا لیکن کیا کروں کہ تمھارا حاکم (ابن زیاد) نہیں مانتا"۔

عمر سعد کے جواب میں خود کمزوری تھی، اُسکا مضمون حُر کی رائے اور خیال کو اور تقویت دینے والا تھا۔ وہ تسلیم کر رہا تھا کہ حسین کا مسلک صلح پرورانہ ہی مگر ابن زیاد کی ضد حسین کے قتل ہی کی طالب ہے۔

اس کے بعد حُر کچھ گفتگو کرنا بیکار سمجھا۔ اور اب وقت آگیا تھا کہ وہ اُس

کہہ رہا تھا اور الفاظ کی رفتار کی ساتھ دل کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔
"میں تو جنت پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھونگا چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور آگ میں جلا دیا جائے"۔
اب دیر کا موقع نہ تھا۔ یہ کہتے ہی اُس نے گھوڑے کو چابک لگایا اور لشکر امام حسینؑ کی طرف پہونچ گیا۔[۱]

عفو گناہ

حر کو اندیشہ تھا کہ اُس کے اس بے تحاشا گھوڑا اڑائے ہوئے آنے سے انصار امام میں دہشت نہ پیدا ہو۔ اور کہیں اسکی مزاحمت نہ کی جائے اس لئے اُس نے لشکر امام کے قریب پہونچتے ہی اپنی سپر پلٹ کر ہاتھ میں لے لی۔[۲]

یہ عرب کے دستور کے مطابق تھا۔ جب کوئی حملہ آور ہو تو اُسکے ہاتھ میں تلوار کھنچی ہوئی ہوگی سپر حفاظت کیلئے سامنے ہوگی۔ لیکن اگر وہ تلوار کو نیام میں رکھ دے سپر کو الٹا کر لے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ امان کا طالب ہے یا کچھ پیام لا رہا ہے حر نے اپنی سپر اس طرح ہاتھ میں لے کر گویا پہلے ہی بتلا دیا کہ میں طالب امان ہو کر آ رہا ہوں جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔[۳]
حر کے اس اچانک آنے سے سب لوگ متعجب ضرور ہونگے اور چشم براہ ہونگے کہ یہ آ کر کیا کہتا ہے۔ وہ سیدھا امام کے سامنے آیا۔ کہنے لگا:

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۴ [۲] ابصار العین صفحہ ۱۱۹ [۳] ابصار العین صفحہ ۱۲۱

اُس کا دل دھڑک رہا ہوگا، اُس کے سینہ میں طوفان برپا ہوگا وہ سمجھتا تھا اب میں کہیں اور ہوں مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ میں دنیا سے علیحدہ ہوں۔

اس وقت کسی کا ٹوک دینا! مہاجر بن اوس، اُسی کے قبیلہ کا شخص اُس نے کہا۔

"کیوں حر! کیا ارادہ ہے؟ کیا حملہ کرنا چاہتے ہو؟"

وہ چونک پڑا۔ "حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حر اسکا کیا جواب دیتا۔

اُس نے پھر بھی پردہ داری کی کوشش کی۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر جسم میں لرزہ سا پیدا ہوگیا۔

راز فاش تھا، مہاجر نے کہا "حر تمھاری یہ کیا حالت ہے؟ میں نے تو تمھاری یہ حالت کبھی نہیں دیکھی۔ مجھ سے پوچھا جاتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو تمھارے سوا کسی کا نام نہ لیتا۔ مگر اس وقت میں تمھاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں۔ یہ آخر ہے کیا؟"

یہ شجاعت پر حملہ تھا حر اس غلط فہمی کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اُس نے چھپانے کی مہم میں اپنی شکست کا احساس بھی کرلیا اس لئے اب صاف کر دینا چاہا، کہا

"میرے سامنے اسوقت جنت و دوزخ کا سوال ہے" ——— وہ

طرزِ عمل صاف طور پر منطبق تھا، وہ معلوم ہوتا تھا کہ واقعی بیچین ہی اور اپنے جرم کے احساس سے مضطرب ہے۔

یہ موقع اس کا نہیں ہی کہ امام کسی طول طویل تقریر کے ساتھ اُس کی بات کا جواب دیں۔ آپ کو اُسے مطمئن کرنا چاہئے فوری طور پر۔۔۔ آپ نے بلا توقف فرمایا۔

"ہاں ہاں۔ خدا تمھاری توبہ قبول کریگا اور تمھیں بخش دیگا"۔۔۔۔ ذرا اپنا نام تو بتاؤ"۔

یہ بشارت دینے کی تمہید ہی۔ اسم سے مسمّیٰ کی مطابقت دکھلانا ہی اُس نے کہا۔ "حر بن یزید"۔ فرمایا انت الحرّ کما سمّتک امّک انت الحرّ ان شاء اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ "تم حر ہو (آزاد) اُسی طرح جیسے تمھاری ماں نے نام رکھا ہی۔ تم آزاد ہو انشاء اللہ۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی"۔

"گھوڑے سے تو اترو"۔ حر نے کہا "میں آپ کی نصرت میں گھوڑے پر سوار رہوں بہتر ہے اس سے کہ نیچے اتروں۔ بس ایک تھوڑی دیر ان سے جنگ کروں پھر تو (مرکر) گھوڑے سے نیچے اترنا ہی ہی"۔

امام نے دیکھا کہ حر کو ولولہ جہاد کا ہے۔ فرمایا فاصنع یرحمک اللہ مابدا لک

"اچھا تمھاری خوشی جو ہو وہ کرو۔۔۔ خدا اپنی رحمت تمھارے

"میری جان آپ پر فدا! اے رسول کے فرزند میں وہی گنہگار ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا، راستہ میں آپکے ساتھ ساتھ رہا اور آپ کو اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا"—— یہ وہ فردِ قرار دادِ جرم ہے جو اُس کے ضمیر نے خود اپنے خلاف مرتب کر لی تھی —— قسم اُس خدائے برحق کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ مجھے یہ گمان ہرگز نہیں تھا کہ یہ لوگ آپکے تمام شرائط کو جو آپ پیش کرینگے مسترد کر دینگے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا تھا کہ کیا حرج ہے میں کسی حد تک ان لوگوں کا ساتھ دوں اور معلوم نہ ہو کہ میں ان کی اطاعت سے باہر ہوں۔ پھر یہ لوگ اُن شرائط کو تو قبول کر ہی لیں گے جو امام حسینؑ ان کے سامنے پیش کرینگے۔ بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ یہ لوگ ان شرائط کو آپکے منظور نہیں کرینگے تو میں کبھی آپکے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتا۔ اچھا اب میں حاضر ہوا ہوں انتہائی شرمسار، توبہ کرتا ہوا اپنے گناہ سے خدا کی بارگاہ میں اور آپ کا شریکِ مصیبت ہو کر اپنی جان کے ساتھ یہاں تک کہ آپکے قدموں پر مر جاؤں۔

کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائیگی؟"

حر نے اپنے جرائم خود ہی پیش کر دئیے تھے۔ اُس نے اپنی صفائی میں اسباب بھی وہ پیش کئے تھے جو حقیقت کے مطابق تھے اور جن پر شروع سے اُسکا

کیا بُرا ہے وہ سلوک جو تم نے محمد مصطفےٰ صلعم کے بعد اُن کی اولاد کے ساتھ کیا ہے۔ خدا تم کو اُس شدت کی پیاس والے دن سیراب نہ کرے۔ اگر تم ابھی آج اسی دم توبہ نہ کرو اور اپنے طرزِ عمل سے پشیمان ہو کر باز نہ آجاؤ"۔

دشمن کو تقریرِ حر کی ناگوار تھی۔ کچھ پیادوں نے فوج کے حملہ کیا، تیر چلائے حر نے تقریر موقوف کر دی۔ جنگ باقاعدہ شروع نہ ہوئی تھی اس لئے وہ آکر امام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔[1]

اذنِ جہاد

لڑائی شروع ہو چکی، عبداللہ بن عمیر کلبی میدان جنگ میں ایک کارنمایاں کر چکے یعنی ابن زیاد کے دو غلام یسار و سالم انکے ہاتھ سے قتل ہوئے جس کے نتیجہ میں وہ کچھ زخمی بھی ہوئے۔ ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں قطع ہو گئیں۔ اُس وقت حر کو خیال ہوا کہ میں تاخیر کر رہا ہوں۔ کسی ناصرِ امام کو مجھ سے پہلے قتل نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ پہلے مجھ ہی کو جاں نثار کرنا چاہئے، یہ سوچکر وہ خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"فرزند رسول میں سب سے پہلے آپ سے لڑنے کو آیا تھا لہذا اب مجھ اجازت دیجئے کہ سب سے پہلے میں ہی آپ کے سامنے قتل ہوں اور آپ کے جد بزرگوار سے جا کر دست بوسی کروں"۔

ان الفاظ کے متعلق جو ایک بحث پڑ گئی ہے وہ میں نے "معارکہ کربلا"

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۵

شامل حال کرے۔[1]

حر کی پرجوش تقریر

وہ ضبط بہت کر چکا تھا، اب وقت تھا کہ اُس کے خیالات کا کوہ آتش فشاں شگافتہ ہو، اُسکی چنگاریاں اڑیں اور شعلے بلند ہوں۔

حر نے اہل کوفہ کی فوج کے سامنے آکر تقریر شروع کی۔

"اے کوفہ والو! تمھاری مائیں تمھارے غم میں روئیں! تم نے اس بزرگوار کو بلایا اور جب وہ آیا تو تم نے اُسے دشمن کے سپرد کر دیا۔ تم نے خیال ظاہر کیا تھا کہ تم اُن پر جان نثار کردوگے پھر تم نے خود اُن پر چڑھائی کر دی اور اُن کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ تم نے اُن کے نفس کے آمد و شد کو، سد و د کر رکھا ہے اور گلا گھونٹنے پر آمادہ ہو اور چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا ہے۔ تم نے ان کو خدا کی چوڑی چکلی زمین میں جدھر وہ امن کا راستہ پائیں جانے سے روک دیا ہے اور وہ تمھارے ہاتھ میں قیدی کی طرح سے ہوگئے ہیں اور بے بس ہیں۔ اور تم نے اُن کو، اُن کے اہل حرم اور بچوں کو اور اُن کے اصحاب کو فرات کے بہتے ہوئے پانی سے روک دیا ہے۔ وہ پانی جس کو یہودی اور مجوسی اور نصرانی تک پیتے ہیں اور عراق کے سوٴر کتے تک اُس میں آکر لوٹتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہیں کہ ان کو پیاس نے جاں بلب کر رکھا ہے۔

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۴

ما زلت ارمیہم بثغرۃ نحرہ　　ولبانہ حتی تسربل بالدم

"میں برابر اُن کے اوپر پھینکتا رہا اپنے گھوڑے کی گردن اور اُس کے سینہ کو یہاں تک کہ اُس گھوڑے نے سر سے پاؤں تک خون کی چادریں اوڑھ لیں"

یہ شعر بالکل اُس کے حسبِ حال تھا کیونکہ اُس کا گھوڑا زخمی ہو چکا تھا، اُس کے سر و چہرہ پہ تلواریں پڑی تھیں اور خون بہہ رہا تھا۔ اس وقت حصین بن تمیم اُس قادسیہ والی فوج کے افسر نے جس کا حر پہلے ماتحت تھا یزید بن سفیان سے کہا کہ دیکھو حر یہی تو ہے جسے قتل کرنے کی تم آرزو رکھتے تھے۔ اُس نے کہا "اچھا" یہ کہکر وہ باہر نکلا اور آواز دی "حر بن یزید! کیا مقابلہ منظور ہے؟" حر نے کہا "ہاں ضرور" یہ کہہ کر سامنے آ گئے۔ خود حصین کا قول بیان کیا گیا ہے کہ بس یہ معلوم ہوا کہ یزید کی جان حر کے قبضہ میں تھی۔ دم کے دم میں قتل ہو گیا[1]

یہ ایسا پر ہیبت منظر تھا کہ دشمن کا پرا بند ہو گیا اور حر کے مقابلہ کو پھر کوئی نہیں نکلا۔ آخر حر اپنے گھوڑے کو جو زخمی ہو چکا تھا موڑ کر اپنے مرکز کی جانب واپس آ گئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حر سب سے پہلے شہید ہیں اس کی بنیاد اُن کی طلب رخصت والے الفاظ پر ہے۔

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۸

(صفحہ ۱۱-۱۲) میں لکھی ہے۔

میں نے کہا ہے کہ حر کے الفاظ بالکل حقیقت پر محمول ہیں حر کی اس اجازت جہاد کے پہلے ہرگز کوئی شخص شہید نہیں ہوا تھا۔ حر نے اجازت اسی خیال سے مانگی کہ وہ جا کر لڑینگے اور شہید ہونگے تو اس صورت سے اول شہید قرار پائیں گے۔ امام نے اجازت دی اور حر میدان جنگ میں آئے۔

رجز | حر کی زبان پر یہ اشعار رجز میں جاری ہوئے۔

انّی انا الحرّ و مأوی الضّیف | اضرب فی اعناقکم بالسّیف

عن خیر من حل بارض الخیف | اضربکم ولا اری من حیف

"میں حر ہوں اور مہمانوں کا پناہ دینے والا ہوں، میں تمہاری گردنوں پر تلوار چلاؤنگا اُس امام کی جانب سے جو سرزمین مکہ کا سب سے بہتر رہنے والا ہے۔ میں تمکو تلواریں لگاؤنگا اور ذرا بھی اس کو ظلم نہیں سمجھونگا۔"

حملہ اور جنگ | اس رجز کے بعد حملہ کر دیا، اور شمشیر زنی شروع کی اُسوقت جب حر لشکر سے جدا ہو کر امام حسین سے جا کر ملا ہے تو بنو حارث بن تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام "یزید بن سفیان" تھا یہ کہا کہ بخدا اگر میں دیکھ لیتا حر کو اُس وقت جب وہ نکل رہا تھا تو ایک نیزہ میں اُسکا کام تمام کرتا اب جبکہ حر تن تنہا اتنی بڑی فوج میں جنگ کر رہا تھا، آگے بڑھ بڑھ کر تلواریں لگا رہا تھا اور عنترہ کا یہ شعر اُس کی زبان پر تھا۔

کرنے والا نہیں دیکھا[1]

اس جنگ مغلوبہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور حراس موقع پر بھی شہید نہیں ہوئے۔

آخری جنگ اور شہادت

دوپہر ڈھل چکی، نماز ظہر کا وقت آیا اور ابوثمامہ صائدی نے امام سے نماز جماعت کے لئے کہا امام کی جانب سے فوج مخالف سے مہلتِ نماز کی درخواست کی گئی اور اُس کا جواب ناگوار ملا جس پر حبیب بن مظاہر کو تاب نہ رہی اُنھوں نے حملہ کر دیا۔ آخر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس کا اثر جو امام پر ہوا وہ بھی آپ حصّہ اول میں پڑھ چکے۔

کہاں حر کا وہ ارادہ کہ سب سے پہلے شہادت کا درجہ وہ حاصل کرے اور کہاں اتنی تاخیر کہ حبیب بن مظاہر ایسا مخصوص امام کا ساتھی شہید ہو جائے اور حر باقی رہے۔

امام کے چہرہ پہ شکستگی کے آثار نے بھی اصحاب کے دل پر خاص اثر کیا۔ حر نے اب مضبوط ارادہ کر لیا کہ وہ اب اپنی منزل مقصد پہ پہونچ جائے، اُس نے یہ رجز پڑھی

الیت لا اقتل حتی اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۰

مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ اس حملہ میں شہید نہیں ہوئے۔ اُن کے پہلے وہ تمام لوگ شہید ہوئے جن کا تذکرہ اس سے پہلے "حصّہ اول" میں ہو چکا ہے۔

جنگ مغلوبہ میں شرکت ظہر کے قریب جب فوجِ دشمن نے تیروں کا مینھ برسایا اور ادھر سے اصحاب امام حسینؑ نے بھی مجموعی حیثیت سے تلواریں کھینچ کر حملہ کر دیا یہی وہ عظیم جنگ ہے جو تاریخ میں حملۂ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔[1]

اس جنگ میں حرؔ نے بھی حصّہ لیا اور اُن کا گھوڑا جو اس کے پہلے زخمی ہو چکا تھا اس موقع پر پے ہو گیا اور وہ مثل تمام اصحاب امام حسینؑ کے جن کے گھوڑوں کا اس حملہ میں خاتمہ ہو گیا تھا پیادہ ہو گئے جس کا تذکرہ اُن کے دشمن ایوبؔ بن مشرح حیوانی نے اس طرح کیا ہے کہ:۔

میں نے حرؔ بن یزید کے گھوڑے کو تیر لگایا جس سے وہ تھرّا کر منھ کے بھل گرا حرؔ چھلانگ مار کر زمین پر آئے معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیر ہے۔ اور تلوار ان کے ہاتھ میں تھی وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ان تعقروا بی فانا ابن الحرّ اشجع من ذی لبد هزبر

"میں ایک شریف کا فرزند ہوں اور شیر سے زیادہ شجاعت کا مالک ہوں"

جنگ کا یہ عالم تھا کہ (راوی کہتا ہے) میں نے کوئی اس طرح کا شمشیر زنی

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "محاربۂ کربلا" صفحہ ۲۵ - ۲۷

صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے:۔

انت الحر کما سمتک امک وانت الحر فی الدنیا وانت الحر فی الآخرۃ

"تم بیشک حر ہو تمہاری والدہ نے تمہارا نام حر بہت ٹھیک رکھا تھا۔ تم دنیا میں بھی حر ہو اور آخرت میں بھی حر"

یہی الفاظ ہیں جو آپ خود حر سے اس کی زندگی میں ارشاد فرما چکے تھے اور یہی اس کی لاش پر بھی آپ نے کہے۔

امام کا سلام

زیارت شہداء میں جو تحفۃ الزائرین میں مذکور ہے حر پر بھی سلام موجود ہے (السلام علی الحر بن یزید الریاحی)

کیا کہنا حر کی اس سعادت شہادت کا جس نے اس کو سلام امام کا مستحق بنا دیا۔

معتبر کتابوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حر کے ساتھ اس کا فرزند، غلام یا بھائی بھی تھا لیکن سپہر کاشانی نے بعض غیر معروف کتابوں سے اسکو نقل کیا ہے:۔

"حر روئے با پسر خود علی کرد وگفت اے فرزند بریں قوم ستمگار تیر کنازی کن وچندکہ توانی داد جہاد بدہ پسر حر اسپ برانگیخت وبرسپاہ کوفہ حملہ گرد ب(؟) افگند کوفیاں اورا درپردہ افگنندہ وزخمے صعب دادند در شرح شافیہ

اضربھم بالسیف ضربا مفصلا　　　لا ناکلا عنھم ولا مھلّلا

"میں قسم کھاتا ہوں کہ قتل نہ ہونگا جب تک دشمنوں کو قتل نہ کروں اور مارا نہ جاؤں گا مگر پیش قدمی کی حالت میں میں آج تلواریں لگاؤنگا فیصلہ کن تلواریں، نہ میرے قدم پیچھے ہٹیں گے اور نہ کمزوری کا اظہار ہوگا"۔

کبھی یہ شعر پڑھتے تھے:۔

اضرب فی اعراضھم بالسیف　　　عن خیر من حل منی والخیف

"میں شمشیر زنی کرونگا اس بہترین انسان کی جانب سے جس نے سرزمین حرم میں کبھی قیام کیا"

معلوم نہیں امام کا اشارہ تھا اور حر کا خیال یا خود اپنی جانب سے کہ زہیر بن قین نے حر کے ساتھ مل کر جہاد شروع کیا، حالت یہ تھی کہ جب ایک گھر جاتا تھا تو دوسرا بڑھکر اُسے چھڑانے کی کوشش کرتا تھا۔ تھوڑی دیر یہی صورت قائم رہی۔ لیکن اسکے بعد پیادوں کی فوج نے حر کو سختی سے گھیر لیا۔ اور زہیر کی مدافعت ناکام ہوئی آخر حر قتل ہوگئے [۱]

امام کی قدر افزائی

امام نے اپنے اس ناصر کی یہ قدر کی کہ جب اُس کی لاش میدان سے اُٹھاکر لائی گئی اور حضرت کے سامنے رکھی گئی تو آپ خاک و خون حر کے چہرہ سے

---

[۱] طبری جلد ۶ صہ ۲۵۲

کہا کہ آپ نے مجھے بھی ہدایت کا راستہ دکھلا دیا' میں بھی توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں حر اُس کو امام کی خدمت میں لائے اُس نے توبہ کی اور اصحاب امام کی صف میں کھڑا ہو گیا[۵۱]

حر کی شہادت کے بعد مصعب نے اجازت جہاد حاصل کی اور جنگ کر کے شہید ہوا[۵۲]

(۲)

(۶۵) سعید بن عبد اللہ حنفی

کوفہ کے معزز شیعوں میں سے تھے اور شجاعت اور عبادت کی صفت سے موصوف تھے۔

نمایندگی

جب اہل کوفہ نے جلسہ کر کے امام حسینؑ کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا تو حضرت کے نام پہلا خط عبد اللہ بن سبیع ہمدانی اور عبد اللہ بن وال کے ہاتھ بھیجا گیا' پھر دو دن کے عرصہ میں ترپن[۵۳] عرضداشتیں مختلف اشخاص کی طرف سے لکھی گئیں' وہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کدن ارحبی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ روانہ کی گئیں' سب کے آخر میں ایک خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"جلدی تشریف لائیے' لوگ آپ کے منتظر ہیں' بہت جلدی کیجئے"۔ یہ خط

---

۵۱ ناسخ ج ۶ ص ۲۶۰۔ ۵۲ ناسخ ج ۶ ص ۲۶۲۔

مسطور است کہ پسر حر بیست و چہار کس از مشرکین را مقتول ساخت و ابومخنف گوید ہفتاد کس بکشت آنگاہ مقتول گشت، حر از شہادت فرزند عظیم شاد شد و قال الحمد للہ الذی رزقنی الشہادۃ بین یدی مولانا الحسین بن امیر المؤمنین علیہما السلام ۵۷

"شرح شافیہ" جس کا حوالہ دیا گیا ہے بالکل مجہول ہے۔ ابومخنف کی اصل تاریخ اگر دستیاب ہوتی تو وہ بہت کچھ معتبر بھی جا سکتی تھی مگر افسوس ہے کہ اس اصل تاریخ کا وجود نہیں ہے اور ابومخنف کا نام عام تاریخوں میں اس طرح لیا جانے لگا ہے جیسے مقامات حریری میں "حارث بن ہمام"

زیارت شہداء میں بھی حر کے فرزند کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی لئے مصنف ابصار العین نے بھی انصار حسین میں فرزند حر کا تذکرہ نہیں کیا اور میں بھی اس اضافہ سے قاصر ہوں۔

تاریخ "روضۃ الاحباب" میں جو محدث جمال الدین اصفہانی کی تصنیف ہے حر کے بھائی مصعب بن یزید ریاحی کا بھی تذکرہ ہے اور لکھا ہے کہ جب حر میدان جنگ میں آیا اور رجز پڑھنے لگا تو اس کا بھائی مصعب جو ابھی لشکر عمر سعد میں تھا گھوڑا دوڑا کر آگے بڑھا۔ فوج والے سمجھے کہ وہ اپنے بھائی کے مقابلہ کو جاتا ہے جب قریب آیا تو اس نے حر کی تعریف کی اور

۵۷ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۰

كانا آخر من قدم علىّ من رسلكم — نمایندے تھے جو میرے پاس پہونچے ہیں نے تمھاری
وقد فهمت كل الذى اقتصصتم الخ — خطوط کو دیکھا اور ان کے مضمون پر مطلع ہوا۔

اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ میں تمھاری جانب اپنے چچازاد بھائی اور معتمد عزیز مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ یہ تمھارے حالات سے مجکو مطلع کرینگے"۔

دونوں آدمیوں کو اس خط کے ساتھ حضرت مسلم کے آگے روانہ کیا اور قیس بن مسہر اور عبدالرحمن اس کے بعد مسلم کی ہمراہی میں روانہ ہوئے لہ

جلسہ میں تقریر جب حضرت مسلم کوفہ میں وارد ہوئے اور مختار کے مکان میں فروکش ہوئے اور شیعیان کوفہ آپ کے پاس مجتمع ہوئے اور آپ نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا جس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری نے تقریر کی جو اُن کے حالات میں آ چکی اور حبیب بن مظاہر نے اُس کی تائید کی جس کا تذکرہ اُن کے حالات میں آچکا ہے ع

اس کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور آٹھوں نے تائید کی ان سب تقریروں کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم دوسروں کے ذمہ دار نہیں مگر اپنی جانب سے ہر طرح امداد کے لئے تیار ہیں ع

اس کے بعد جب جناب مسلم کے لئے حالات میں انقلاب ہوا اور یہ جنگ کی صورت پیش آئی، تو کوئی تذکرہ سعید بن عبداللہ

لہ ابصار العین صـ ۱۲۶ ۔ ۲ع شہدائے کربلا حصہ اول صـ ۱۰۱ ۔ ۳ع طبری جلد ۶ صـ ۱۹۹

ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ روانہ کیا گیا [1] یہ شیعیان کوفہ کی طرف کا سب سے آخری وفد تھا۔ اس کے علاوہ ایک خط شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر وغیرہ کا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں میوے رسیدہ ہیں، چشمے پر آب ہیں اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہے۔

اس خط کی نوعیت پر میں نے امامیہ مشن کی سب سے پہلی کتاب میں مفصل تبصرہ کیا ہے [2]

مؤلف ابصار العین نے دھوکا کھایا ہے کہ انھوں نے سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ جانے والا خط یہی قرار دیا ہے جو شیث بن ربعی وغیرہ کا بھیجا ہوا تھا [3]

حضرت سید الشہداء نے ان خطوط کا جواب ان ہی دونوں نمایندوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک سعید بن عبداللہ حنفی تھے آپ کے خط میں انکے نام کا حوالہ بھی مذکور تھا۔ آپ نے لکھا تھا [4]

من حسین بن علی الی الملأ من المؤمنین والمسلمین اما بعد فان هانئا وسعیدا قد ما علیّ بکتبکم و	یہ خط ہے حسین بن علی کا جماعت مومنین ومسلمین کی طرف، ہانی اور سعید میرے پاس تمہارے خطوط لے کر وارد ہوئے اور یہ دونوں سب سے آخری تمہارے

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۷ [2] قاتلان حسین کا مذہب طبع چہارم صفحہ ۶۶ ۔ ۶۹ [3] ابصار العین صفحہ ۱۲۵
[4] طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۷

ثمّ احیا ثمّ احرق حیّا	بخدا اگر میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ ہوں، پھر جیتے جی
ثمّ اذرّ یفعل ذلک	جلا دیا جاؤں، پھر میری خاک ہوا میں منتشر کی جائے
بی سبعین مرّۃ ما فارقتک	اور یہی میرے ساتھ ستّر مرتبہ سلوک ہو تب بھی میں
حتی القی حمامی دونک	آپ سے جدا نہ ہونگا یہاں تک کہ آخری موت بھی آپ کے قدموں
فکیف لا افعل ذلک وانّما	پر آئے پھر ایسا میں کیونکر نہ کرونگا جبکہ یہ صرف ایک دفعہ
ھی قتلۃ واحدۃ ثمّ ھی الکرامۃ التی	کا قتل ہونا ہے اور پھر وہ عزت ہے جو کبھی ختم
لا انقضاء لہا۔	ہونے والی نہیں۔

نمازِ ظہر

نماز کا وقت آچکا تھا، اسی کی مہلت مانگنے کے سلسلہ میں حبیب بن مظاہر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اسکے بعد بھی جنگ ملتوی نہیں ہوئی اور مہلت نہیں دی گئی۔ ایسے موقع کے لئے شرع نے نمازِ خوف کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ فوج کے ۲ دو حصے ہو جائیں ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کرے اور دوسرا نماز میں شرکت کرے، امام نماز کو طول دے یہانتک کہ پہلا حصّہ اپنی نماز کو تخفیف کے ساتھ تمام کر کے جائے اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو تو پہلا حصّہ فوج کا آکر نماز میں شریک ہو۔

امام نے اپنی اُس مختصر فوج کی تقسیم اسی طرح کی۔ علّامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے۔

قال الحسین لزھیر بن القین و	امام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ حنفی سے

کا دکھلائی نہیں دیتا۔ "ابصار العین" میں ہے کہ حضرت مسلم نے آپ کو خط دے کر امام حسین کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس کے بعد وہ امام ہی کے ساتھ رہے لہ

ممکن ہے جناب مسلم نے متعدد خطوط لکھے ہوں کیونکہ ایک خط کا تذکرہ عابس بن ابی شبیب شاکری کے حالات میں آئیگا کہ وہ لیکر امام کے پاس گئے تھے۔

امام کا خطبہ اور اس کا جواب

شب عاشور جب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کرکے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے سب کو اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ "تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ ان لوگوں کو مجھ سے کام ہے تم سے نہیں ہے" تو اسے سنکر پہلے تو بنی ہاشم نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا تھا پھر انصار کی نوبت آئی تو مسلم بن عوسجہ نے تقریر کی جو اُن کے حالات میں پیش ہو چکی ہے۔ اس کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور یہ جوش و ولولہ سے بھرے ہوئے الفاظ کہے:-

واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ	خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑینگے جب تک
انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ ص	خدا کے سامنے سبکدوش نہ ہوں اس ذمہ داری کر
... فیک واللہ لو علمت انی اقتل	جو رسول اللہ کے بعد ہم پر آپ کے متعلق عائد ہوتی ہے

لہ ابصار العین ص ۱۲۶ ؎ شہدائے کربلا حصہ اول ص ۱۱

انی اقتل ثم احیی ثم احرق	بخدا اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہونگا پھر زندہ کیا جاؤنگا
ثم ابعث حیا ثم اقتل ثم احرق	پھر جلایا جاؤنگا پھر زندہ ہونگا پھر قتل ہونگا پھر جلایا
ثم اذری و یفعل ذلك	جاؤنگا پھر میری خاک ہوا میں منتشر کردی جائیگی یہی
بی سبعین مرۃ ما فارقتك	میرے ساتھ ستر مرتبہ ہوگا تب بھی میں آپ سے جدا نہ
حتی القی حمامی دونك	ہونگا جب تک کہ آخر میں آپ ہی کے قدموں پر موت
وکیف افعل ذلك	آئے پھر میں اس وقت کیونکر آپکا ساتھ چھوڑدوں
وانما هی موتۃ او قتلۃ	جبکہ یہ ایک دفعہ کا مرنا یا قتل ہونا ہے پھر وہ عزت
واحدۃ ثم هی الکرامۃ التی لا	ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں"۔ بیشک تم نے جان
انقضاء لها ابدا فقد لقیت حمامك	دی اور امام کے ساتھ جاں بازی کا فرض انجام دیا۔
وواسیت امامك ولقیت من الکرامۃ	اور بہشت کی عزت کو حاصل کیا۔خدا ہم کو تمہارے
فی دار المقامۃ حشرنا اللہ معکم فی	ساتھ شہدا کے زمرہ میں محسوب کرے اور بلند ترین درجات
المستشهدین ورزقنا مرافقتکم فی اعلی علیین	آخرت میں تمہاری رفاقت نصیب کرے

ابن شہر آشوب نے سعید بن عبداللہ کی شہادت کو عام طور پر مبارزطلبی کے عنوان سے لکھا ہے، وہ کہتے ہیں حجاج بن مسروق کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی میدان جنگ میں آئے اور رجز پڑھی جنگ کی اور شہید ہوئے[1]۔

---

[1] مناقب طبع بمبئی ج ۴ ص ۹۵

سعید بن عبداللہ تقدما امامی حتی	فرمایا کہ تم دونوں آگے بڑھو یہاں تک کہ میں نماز ظہر
اصلی الظہر فتقدما امامہ فی نحو	پڑھوں۔ یہ دونوں اصحاب کی تقریباً نصف جماعت
من نصف اصحابہ حتی صلی بہم صلوٰۃ الظہر	کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرت نے نماز خوف ادا کی۔

بیمثال جانبازی اور شہادت

ظہر کی نماز کے بعد جنگ شدت کے ساتھ ہونے لگی۔ دشمن کی فوج آگے بڑھتی ہوئی امام سے بہت نزدیک آگئی اس موقع پر سعید بن عبداللہ نے عجب طرح جاں نثاری کے فرض کو انجام دیا۔ وہ امام کے سامنے سپر بنکر کھڑے ہوگئے اور جو تیر داہنے یا بائیں طرف سے آتا تھا اُسے وہ اپنے جسم پر لینے لگے یہاں تک کہ زخموں کی کثرت سے زمین پر گرے اور جان بحق تسلیم ہوئے [۱]

اسی بیمثال وفاداری اور جان بازی کا نتیجہ ہے کہ زیارت شہداء میں اُن پر ممتاز الفاظ میں سلام کیا گیا۔

السلام علی سعید بن عبد اللہ	سلام سعید بن عبداللہ حنفی پر جنھوں نے حسینؑ سے
الحنفی القائل للحسینؑ قد اذن لہ	کہا اُس وقت جب آپ نے انھیں واپس جانے کی
فی الانصراف لا واللہ لا نخلیک حتی	اجازت دی کہ خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ نہیں
یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ	چھوڑینگے جب تک خدا جان لے کہ ہم نے رسول اللہ
رسول اللہ فیک واللہ اعلم	کے بعد آپ کے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کردیا۔

[۱] طبری جلد ۲ ص ۲۵۳

تھا کہ امام سے ملاقات نہ ہونے پائے۔

امام سے ملاقات

اتفاق سے ایک منزل پر ایسا ہوا کہ زہیر کو بھی اُسی جگہ قیام کرنا پڑا جہاں امام فروکش تھے۔ امام کے خیمے ایک طرف برپا تھے، زہیر کے خیام دوسری جانب برپا ہوگئے۔ ان لوگوں نے خورونوش کا تہیّہ کیا اور دسترخوان بچھا۔ ابھی کھانے میں مصروف ہی تھے کہ امام حسینؑ کا قاصد آگیا اور سلام کیا اُس نے زہیر بن قین سے کہا کہ مجھے آپکے پاس ابو عبداللہ الحسین بن علی نے بھیجا ہے اور آپ کو بلایا ہے۔"

جو اندیشہ دل میں تھا وہ سامنے آگیا۔ ہاتھوں سے نوالے چھوٹ گئے اور سناٹا چھا گیا۔

زہیر کی زوجہ ایک شریف خاندان کی عورت دلہم بنت عمرو تھی، اُسکا بیان ہے کہ میں نے جو زہیر کو متردد دیکھا تو میں نے کہا سبحان اللہ فرزندِ رسول تم کو بلوائیں اور تم جانے میں تامل کرو۔ ارے جاکر سنو تو کہ وہ کیا کہتے ہیں پھر واپس چلے آنا۔

زہیر گئے اور تھوڑی دیر میں خوش خوش واپس آئے چہرہ اُنکا دمک رہا تھا۔ انھوں نے کہا "ہمارا خیمہ، اسباب اور سامان سب امام حسینؑ کے قافلہ کی طرف پہونچا دیا جائے" خیمہ اکھاڑ گیا اور پہونچا یا گیا۔

اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں، تم اپنے قبیلہ میں چلی جاؤ

(۳)

(۶۶)

زہیر بن القین بن قیس البجلی

ابتدائی حالات اشراف عرب میں سے کوفہ کے باشندہ۔ بہادر تھے اور لڑائیوں میں شریک ہوچکے تھے۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کے بعد سے مسلمانوں میں "عثمانی" اور "علوی" کے نام کی تفریق پیدا ہوگئی تھی۔ جو لوگ امیر معاویہ کے طرفدار تھے اُن کو "عثمانی" کہا جاتا تھا۔ اور جو جناب امیرؑ کی طرف تھے وہ "علوی" کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ زہیر عام طور پر "عثمانی" جماعت سے متعلق سمجھے جاتے تھے اور اہلبیت کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ رکھتے تھے۔

حج سے واپسی زہیر نے ۶۰ھ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ حج کیا۔ واپسی میں امام حسینؑ کا ساتھ ہوگیا۔ زہیر اگرچہ امام کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتے تھے لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی خاندانی شخصیت و عظمت سے مرعوب ضرور تھے یعنی انھیں اس کا خیال تھا کہ اگر حسینؑ بن علیؑ مجھ سے کوئی خواہش کرینگے تو مجھ سے رد کرنا اُس کا ممکن نہ ہوگا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ وہ امام حسینؑ کے قافلہ سے دور دور رہتے تھے۔ امام حسینؑ اگر منزل سے آگے بڑھ گئے تو زہیر نے منزل پر قیام کرلیا۔ اور اگر امامؑ کسی منزل میں ٹھہر گئے تو زہیر نے اپنے قافلہ کو آگے بڑھا دیا۔ یہ صرف اسی لئے

اس مہم کے سر ہونے کے بعد وہیں قتل ہوئے۔ اسی کے متعلق عبدالرحمن باہلی شاعر نے کہا ہے:۔

وان لنا قبرین قبر بلنجر وقبرا بارض الصین یا لک من قبر

"ہمارے خاندان کی دو خاص قبریں ہیں ایک وہ جو بلنجر میں ہے اور دوسری چین کے قبرستان میں۔ کیا کہنا اُس قبر کا۔"

یہاں پہلی قبر سے مراد سلمان باہلی کی قبر اور دوسرے سے قتیبہ بن مسلم باہلی کی قبر مراد ہے۔

ابن اثیر کے بیان کے مطابق اس لڑائی میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ بہت ممکن ہے کہ مذکورہ پیشین گوئی حضرت سلمان کی زبان سے نکلی ہو اور وہ سلمان باہلی کی جانب منسوب ہو گئی[۱]۔

امام کا خطبہ اور زہیر کا پرخلوص جواب

"ذوحسم" کے مقام پر جب حر کا لشکر امام کی مزاحمت کے لئے آچکا ہے تو حضرت نے اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ ارشاد کیا جس میں حمد و ثنائے باری کے بعد فرمایا:۔

انہ قد نزل من الامر ما قد ترون — صورت حال جو پیش آئی ہے وہ تم دیکھ رہے

وان الدنیا قد تغیرت تنکرت — ہو اور یقیناً دنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور اسکی

---

[۱] ابصار العین ص۱۰۰

کیونکہ میں نہیں چاہتا میرے سبب سے تمھیں کوئی ناگوار امر درپیش ہو۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو شخص تم میں سے میرے ساتھ آنا چاہے وہ میرے ساتھ آئے، ورنہ یہ آخری ملاقات ہے۔

میں تم سے واقعہ بیان کروں۔ بلنجر کی لڑائی میں جب ہم لوگوں کو فتح ہوئی اور اموالِ غنیمت حاصل ہوئے تو سلمان باہلی نے کہا کہ تم لوگ خوش ہو رہے ہو اس فتح اور غنیمت کے مال سے، جب جوانانِ آلِ محمدؐ کی نصرت میں جہاد کرنا تو اس سے زیادہ خوش ہونا اُن فوائد کے لحاظ سے جو حاصل ہونگے۔ اچھا میں اب تم سب سے رخصت ہوتا ہوں[1]۔

خوش نہادی اور ضمیر کی صفائی داعیٔ حق کی پرخلوص آواز میں بجلی کی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ بیشک یہ زہیر کے نفس کی پاکیزگی تھی کہ وہ اگرچہ ماحول اور دوسرے خارجی اسباب کی بنا پر ایک دوسری جماعت سے تعلق تھے لیکن سچی ہدایت کے مختصر جملوں ہی نے اُن کو ولولہ اور جوشِ ایمانی سے بھر دیا۔ اُن کو وہ پیشین گوئی بھی یاد آ گئی جو رسول کی زبانی سن کر بہت سے صحابہ و تابعین کی زبانوں پر آیا کرتی تھی۔

بلنجر کی لڑائی جس کا حوالہ دیا گیا ہے حضرت عثمان کے عہدِ حکومت میں ہوئی ہے، اس موقع پر فوج کے سردار سلمان بن ربیعہ باہلی تھے اور وہ

[1] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۲۴-۲۲۵

ان الفاظ میں تقریر کی اجازت مانگی کہ:-

تکلموں ام اتکلم "آپ لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں یا میں کہوں"

یہ اخلاق و مروت سے بالکل بعید تھا کہ انھیں روکا جاتا۔ سب نے کہا کہ نہیں تم تقریر کرو۔

زہیر نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا۔

قد سمعنا ھداك اللہ یا ابن	خدا آپ کی رہنمائی کرے فرزند رسول! ہم نے آپ کے
رسول اللہ مقالتك واللہ لو	ارشاد کو سنا۔ بخدا اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی
کانت الدنیا لنا باقیۃ وکنا فیھا	رہنے والی ہوتی مگر جدا ہونا اُس سے آپ
مخلدین الا فراقھا فی نصرتك و	کی نصرت اور ہمدردی میں ہوتا تو ہم آپ کے
مؤاساتك لآثرنا الخروج معك	ساتھ چلنے کو دنیا کے ہمیشہ قیام پر ترجیح
علی الاقامۃ فیھا۔	دیتے۔

امام نے دعائے خیر دی اور اُن کے خلوص کی تعریف کی[1]۔

حُر کی مزاحمت پر زہیر کا غصہ

اُس وقت جب امام جا رہے تھے اور حُر ساتھ ساتھ تھا، اور ابن زیاد کا خط حُر کے پاس آیا کہ حسینؑ پر سختی کرو اور انھیں ایسے مقام پر ٹھہرنے پر مجبور کرو جہاں آب و گیاہ نہ ہو جس کا تذکرہ حُر کے حالات میں آ چکا۔ حُر نے امام کو خط کے مضمون سے مطلع کیا، امام حسینؑ نے فرمایا کہ

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۹

وادبر معروفها واستمرّت جذا	نیکی رخصت ہو چکی ہے اور اُس میں کچھ رہ نہیں
فلم یبق منها الا صبابۃ کصبابۃ	گیا ہے سوائے تھوڑے حصہ کے جو پانی کے بہنے
الاناء وخسیس عیش کالمرعی	کے بعد برتن میں بچ رہتا ہے اور ایک پست زندگی
الوبیل الا ترون انّ	مثل زہریلی گھانس کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ
الحق لا یعمل بہ وانّ	حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے علیحدگی نہیں
الباطل لا یتناھی عنہ لیرغب	اختیار کی جاتی۔ اس صورت میں مومن یقیناً خدا
المؤمن فی لقاء اللہ محقًّا فانّی	کی ملاقات کا آرزومند ہوتا ہے میرے نزدیک تو
لا اری الموت الّا شہادۃ ولا	موت کی صورت میں شہادت کی سی نعمت ہے اور
الحیوۃ مع الظالمین الا برما۔	زندہ رہنا ان ظالموں کے ساتھ وبال جان ہے۔

اس خطبہ کا مقصد صرف اصحاب کو انجام سے مطلع کرنا اور اُنکے عزائم میں پختگی پیدا کرنا ہی ہوسکتا ہے۔

ضرورت تھی کہ اس تقریر کو سُن کر اصحاب کی جانب سے بھی اپنے اخلاص نیت اور پختگی عزائم کا کوئی اظہار ہو۔

زہیرؔ کو اس کا احساس تھا کہ میں اس جماعت میں تازہ شریک ہوا ہوں اس لئے مجھے ایسے مواقع پر سبقت کرنے کا پورا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن اُنکا قلبی جوش و ولولہ اُن کو سکوت کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ چنانچہ امام کی تقریر ختم ہوتے ہی وہ کھڑے ہو گئے اور اصحاب امام سے

ابن زیاد کا حکم آگیا ہے کہ یا تم سے بیعت لی جائے اور یا جنگ کی جائے جناب عباسؑ یہ کہکر کہ میں امام سے جاکر دریافت کروں تو آکر جواب دوں امام کی خدمت میں واپس گئے۔ دوسرے اصحاب ساتھ ہیں کھڑے رہے حبیب نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ زہیر بن قین سے کہا کہ ان لوگوں سے کچھ گفتگو کرو اور کہو تو میں بات چیت کروں۔ زہیر نے کہا کہ تحریک اسکی آپنے کی ہی تو آپ ہی گفتگو بھی کیجئے۔"

حبیب نے تقریر شروع کی جو اُن کے حالات میں درج ہو چکی ہے[1]

انھوں نے تقریر کے آخر میں کہا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو قتل کرتے ہو جو عبادت گذار ہیں اور پچھلے پہر سے اُٹھ کر خدا کا ذکر کرتے ہیں"۔

اس موقع پر عزرہ بن قیس نے فوج دشمن میں سے یہ فقرہ کہا کہ "حبیب! تم اپنی تعریف ہر موقع پر کرتے ہو کہ میں بڑا عبادت گذار ہوں"

زہیر کو اس بے موقع گستاخی پر غصہ آگیا کہنے لگے:۔

پھر اس میں شک کیا! بیشک حبیب کے نفس کو خدا ہی نے قابل تعریف بنایا ہے اور اُس کی رہنمائی کی ہے ۔۔ اے عزرہ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اس جماعت کے ساتھ شریک ہو جو گمراہی کی حمایت کر رہی ہے اور پاک نفوس کو قتل کر رہی ہے۔

---

[1] شہدائے کربلا حصۂ اول ص۔

ہم کو اس قریہ میں جو یہاں سے نزدیک ہی قیام کرنے دو۔ یعنی نینوا یا اس میں یعنی غاضریہ یا اُس تیسرے میں یعنی شفیہ۔ لیکن حر نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے حکم ہے کہ ایسی جگہ قیام کراؤں جہاں آب و گیاہ نہ ہو۔ اُس وقت زہیر نے کہا "فرزند رسول! ان لوگوں سے جنگ کر لینا آسان ہے بہ نسبت اُس فوج سے جنگ کے جو ان کے بعد آنے والی ہے یقین جانئے اس کے بعد اتنا لشکر آئیگا جس کی مقاومت کی طاقت ہم میں نہ ہوگی"۔

حضرت نے فرمایا "میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا"۔ زہیر قین نے کہا "اچھا بالکل قریب کے اس قریہ کی طرف چلئے جو محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارہ ہے۔ اگر انھوں نے ہمکو روکا تو ہم جنگ کریں"۔ انھوں نے اس قریہ کا نام بتایا "عقر" حضرت نے اسے بھی مناسب نہ سمجھا اور وہیں اتر پڑے جہاں حُر کا اصرار تھا۔[۱]

فوج مخالف سے گفتگو

نویں تاریخ کی شام کو جب اہل کوفہ نے دفعتًہ امام کی طرف کا رخ کیا اور حملہ کر دیا اور امام نے جناب عباس کو اُن کے پاس مکالمہ کے لئے بھیجا۔ جناب عباسؑ بیس سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے اُن کے سامنے گئے اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ جواب ملا کہ

---

[۱] طبری جلد ۶ صـ ۲۳۲۔

واللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت	بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ ایک دفعہ قتل ہوں
ثم قتلت حتی اقتل کذا الف قتلۃ و	پھر زندہ ہوں پھر قتل ہوں یوں ہی ہزار دفعہ
ان اللہ یدفع بذلک القتل عن نفسک	ہو لیکن آپ اور نیز آپ کے خاندان کے یہ جوان
وعن انفس ھولاء الفتیۃ من اھل بیتک	قتل ہونے سے محفوظ رہ جائیں[1]۔

سرداری کا منصب صبح عاشور جب امام نے اپنی مختصر فوج کو ترتیب دیا تو زہیر بن قین کو میمنہ کا افسر اور حبیب بن مظاہر کو میسرہ کا سردار مقرر کیا تھا[2]۔

اس سے اگر حبیب کے مقابلہ میں اُنکی ترجیح نہ بھی ثابت ہو تب بھی ایک نمایاں درجہ اُن کے لئے ضرور ثابت ہوتا ہے۔

جنگ کے میدان میں موعظہ ترتیب لشکر اور صف بندی کے بعد جب امام اپنا وہ تاریخی خطبہ فرما چکے جس میں آپ نے اپنے خاندانی خصوصیات اور بیگناہی اور اُس کے ساتھ فوج دشمن کے ظالمانہ رویہ پر دلائل قائم کئے تھے تو زہیر بن قین میدان میں نکلے گھوڑے پر سوار سر سے پاؤں تک اسلحہ جنگ سے آراستہ، انھوں نے کہا:۔

یا اھل الکوفۃ نذار لکم من عذاب اللہ	کوفہ والو، ڈرو خدا کے عذاب سے ڈرو۔ ایک مسلمان کا
نذار ان حقا علی المسلم نصیحۃ	فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے۔

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۳۹۔ [2] طبری جلد ۶ ص ۲۴۱۔

زہیر کی آواز تعجب کے ساتھ سنی گئی۔ عزرہ نے انھیں پہچان کر کہا:۔
"زہیر تم تو اس گھرانے کے شیعہ نہیں تھے۔ تم تو عثمانی گروہ میں سے تھے!"
زہیر نے کہا" اب اس وقت میرے یہاں کھڑے ہونے سے تو تم سمجھو کہ میں شیعہ ہوں، خدا کی قسم میں نے نہ حسینؑ کو کبھی خط لکھا تھا نہ کوئی قاصد بھیجا تھا اور نہ نصرت کا وعدہ کیا تھا لیکن راستہ میں اتفاق سے میرا اور اُنکا ساتھ ہو گیا۔ جب میں نے انھیں دیکھا تو رسول اللہؐ یاد آئے اور ان کی قرابت کا اُن سے خیال آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ دشمنوں کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ بس میں نے طے کر لیا کہ مجھے ان کی مدد کرنا چاہیئے اور میں اُن کی جماعت میں داخل ہو جاؤں اور اپنی جان اُن پر فدا کروں خدا و رسول کے اُس حق کو ادا کرنے کے لئے جسے تم لوگوں نے ضائع و برباد کر رکھا ہے لہ

شب عاشور امام کے خطبہ کا جواب

دسویں شب جب امام حسینؑ نے اصحاب کو جمع کیا تھا اور انھیں اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے، اُس کے جواب میں بنی ہاشم کے بعد پہلے مسلم بن عوسجہ اور سعید بن عبداللہ حنفی نے تقریریں کیں جو اُن کے حالات میں درج ہو چکی ہیں۔ پھر زہیر بن القین نے تقریر کی اور کہا:۔

لہ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۷

اماثلکم وقراءکم امثال حجر بن عدی واصحابہ وھانی بن عروۃ واشباھہ۔

اور اُن کے ساتھی اور ہانی بن عروہ اور ان کے ایسے لوگوں کو قتل کراتے رہے ہیں

کوفہ والے حقیقت کے طالب ہوتے تو اس نصیحت سے اثر بھی لیتے وہ سب سمجھتے تھے مگر وقتی طمع اور دنیا کی ہوس اُن کی آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے تھی۔ اُنھوں نے زہیر کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور ابن زیاد کی تعریف کرنے لگے اور کہا ہم اُس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک تمھارے سردار (حسین) اور اُن کے تمام ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں یا گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس لے جائیں"۔

زہیر اب بھی خاموش نہ ہوئے۔ اور ہدایت کرتے رہے سرداران فوج کو ہر اس طرح کی تقریر سے یہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ کہیں کسی کے دل پر اثر نہ ہو جائے شمر نے جب دیکھا کہ زہیر کسی طرح خاموش نہیں ہوتے تو زہیر کو تیر مارا اور کہا "بس خاموش۔ خدا تیری زبان کو خاموش کرے" زہیر کو شمر کی اس بیجا بد اخلاقی پر غصہ آ گیا۔

اُنھوں نے سخت لہجہ میں شمر کو مخاطب کیا اور کہا کہ "میں تجھ سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں، تو تو جاہل ہے۔ تیرے لئے عذاب جہنم کی خوشخبری ہی کافی ہے"۔

اخيه المسلم ونحن حتى الآن اخوة و
على دين واحد وملة واحدة ما لم يقع
بيننا وبينكم السيف وانتم للنصيحة
منا اهل فاذا وقع السيف
انقطعت العصمة وكنا
امة وانتم امة
ان الله قد ابتلانا و
اياكم بذرية نبيه محمد ص
لينظر ما نحن وانتم عاملون
انا ندعوكم الى نصرهم وخذلان
الطاغية عبيد الله بن زياد
فانكم لا تدركون منهما
الا بسوء عمر سلطانهما
كله ليسملان اعينكم و
يقطعان ايديكم وارجلكم
ويمثلان بكم ويرفعانكم
على جذوع النخل ويقتلان

اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں اور ایک دین کے
پیرو ہیں اور ایک ملت پر ہیں جب تک کہ ہمارے
تمھارے درمیان تلوار سے مقابلہ ہو نہ جائے اور
اُس وقت تک ہماری جانب سے نصیحت اور فہمائش
کے مستحق ہو۔ ہاں جب تلوار کی نوبت آجائے تو پھر
ذمہ داری ختم۔ پھر ہم ایک امت اور تم دوسری امت
یقیناً خدا نے ہمارا اور تمھارا امتحان لیا ہے اپنے
نبی محمد مصطفےٰ ص کی اولاد کے بارہ میں تاکہ وہ دیکھے
کہ ہم اور تم کیا کرتے ہیں۔ ہم تم کو دعوت دیتے ہیں کہ
اُن کی مدد کرو اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کا ساتھ
چھوڑ دو کیونکہ تم ابن زیاد اور اُس کے پہلے اُس کے
باپ سے اُن کی تمام مدت سلطنت میں نہیں پاؤگے
سوائے برائی کے، وہ تمھاری آنکھوں میں سلائیاں
پھرواتے رہے ہیں، تمھارے ہاتھوں پیروں کو
قطع کراتے اور تمھارے اعضائے جسم کو جدا کراتے
اور تم کو سولیوں پہ چڑھاتے رہے ہیں اور تمھارے
منتخب لوگوں کو اور حفاظ قرآن جیسے حجر بن عدی

فی الدعاء لقد نصحت لھؤلاء — اس جماعت کی نصیحت کردی اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا

وابلغت لو نفع النصح والابلاغ — مگر نصیحت و تبلیغ کا کوئی اثر بھی تو ہو۔

اس آواز کو سنکر زہیر واپس چلے آئے۔[1]

نمو داری اور شہرت

زہیر بن قین حسینی فوج کے اُن نمودار اشخاص میں سے تھے جن کا نام فوج دشمن کے لوگوں میں بھی پوری طرح مشہور تھا اور اُسے امتیاز حاصل تھا چنانچہ لڑائی شروع ہو گئی اور فوج مخالف سے یسار اور سالم میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلب کیا انصار امام میں سے عبداللہ بن عمیر کلبی مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ اُن دونوں نے نام و نسب پوچھا معلوم ہوا۔ کہا ہم تم کو نہیں پہچانتے۔ ہمارے مقابلہ کے لئے زہیر بن القین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہیے۔[2]

کارنامہ شجاعت

"حملہ اولیٰ" کے بعد جب کہ پچاس آدمی فوج حسینی میں سے ایک ہی مرتبہ شہید ہو گئے تھے۔ لشکر مخالف کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور کوشش تھی کہ اب دم کے دم میں اس مہم کو سر کر دیا جائے۔ اس لئے مختلف صورتوں سے حملے کئے جا رہے تھے مگر امام حسینؑ کی بے نظیر سیاست حرب اور اُنکے اصحاب کی بے مثال شجاعت ہر حملہ کو ناکامیاب بنا دیتی تھی۔[3]

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۳ [2] طبری ج ۶ ص ۲۴۵ [3] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو محاربہ کربلا ص ۳۳ - ۳۷ ۔

شمر نے کہا۔ دیکھو! تھوڑی دیر میں تم اور تمھارے سردار سب قتل ہوا چاہتے ہیں۔"

زہیر نے کہا:۔

افبالموت تخوفنی فواللہ الموت	تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم حسین کے ساتھ
معہ احب الیّ من الخلد معکم	مرنا مجھے تمھارے ساتھ دائمی زندگی حاصل کرنے سے

زیادہ محبوب ہے۔

اس کے بعد پھر وہ لشکر کی طرف مخاطب ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔

عباد اللہ لا یغرنکم من دینکم ھذا	اے اللہ کے بندو اس بدمعاش ظالم اور اس کے
الجلف الجافی و اشباھہ فو اللہ	ایسے لوگوں کے فریب میں نہ آؤ۔ خدا کی قسم پیغمبر خدا کی
لا تنال شفاعة محمد صلی اللہ علیہ	شفاعت ان لوگوں کو نصیب نہیں ہو سکتی جو انکی
وآلہ وسلم قوما ھرقوا دماء ذریتہ	اولاد اور اہلبیت کا خون بہائیں اور ان کے اعوان
واھل بیتہ وقتلوا من نصرھم وذب	انصار کو قتل کریں۔
عن حریمھم	

امام زہیر کے مقابلہ میں فوج دشمن کا رویہ دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے شمر کا تیر لگانا اور سخت کلامی کرنا بھی دیکھا۔ اس کے بعد انھیں زہیر کا میدان میں رہنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ آپ نے کسی سے پکار کر کہلوایا۔

اقبل فلعمری لئن کان مؤمن	اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی
آل فرعون نصح لقومہ و ابلغ	اور دعوت حق کے فرض کو انجام دیا تھا تو بخدا تم نے

آخر میں پیادوں کی فوج نے حرؑ کو گھیر کر قتل کر دیا[1]

ظہر کی نماز

ابھی سعید بن عبداللہ حنفی کے حال میں اس نماز کی کیفیت درج کر چکا ہوں۔

بحار میں ہے کہ امام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ حنفی سے فرمایا تم دونوں آگے بڑھو یہاں تک کہ میں نماز ظہر پڑھ لوں۔ یہ دونوں آدمی اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرت نے نماز خوف ادا کی۔

آخری جنگ اور شہادت

ایک انسان کی قوت و طاقت کہاں تک وفا کر سکتی ہے۔ ملاحظہ تو کیجئے۔ زہیر نے ایک دفعہ ظہر کے پہلے امام کی مدافعت کے سلسلہ میں شمر کی فوج سے جنگ کی اور وہ سخت جنگ جس میں اُن کا زندہ بچنا اُنکی شجاعت کا ایک کارنامہ ہی تھا پھر حر کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کی۔

پھر اب امام کی نماز کے موقع پر تھوڑی تعداد کے ساتھ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیا۔

یقیناً ان لڑائیوں میں اُن کے دست و بازو جواب دے چکے ہونگے اور ممکن ہے اُن کے کچھ زخم بھی آئے ہوں۔ نماز ظہر کے بعد دشمن بہت قریب آ گئے تھے۔ سعید بن عبداللہ حنفی شہید ہو چکے اُس طرح جس کا حال آپ

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۲

آخر میں شمر نے مخصوص امام حسینؑ کے خیمہ پر حملہ کیا اور اپنا نیزہ خیمہ پر مار کر کہا کہ لاؤ آگ لاؤ، میں اس خیمہ کو اس کے رہنے والوں سمیت جلا دوں۔ خیمہ میں ایک شور گریہ و فریاد کا بلند ہو گیا۔

اس وقت زہیر بن قین ہی تھے جنھوں نے اپنے دس بہادر ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا اور شمر اور اُس کے ساتھ کی فوج کو خیموں کے پاس سے دور ہٹا دیا اور ابو عزّہ ضبابی کو جو شمر کا خاص آدمی اور اس کے قبیلہ سے تھا قتل کر دیا۔

دشمن کی فوج نے جو اپنے ایک ممتاز سپاہی کو قتل ہوتے دیکھا پوری جوش و خروش سے ان دس آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور سخت خونریز لڑائی ہوئی مگر ان بہادروں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور زہیر واپس ہوئے[1]

حُر کی امداد

جب حبیب بن مظاہر شہید ہو گئے تو حر میدان جنگ میں آئے اور رجز پڑھی۔ زہیر بن قین حر کے پاس میدان جنگ میں آگئے اور حُر کے ساتھ مل کر جنگ کرنا شروع کی اور سخت جنگ کی۔ حالت یہ تھی کہ جب ایک نے حملہ کیا اور وہ دشمنوں میں گھر گیا تو دوسرا حملہ کر کے اُسے فوج کے حلقہ سے نجات دیتا تھا۔ یہی صورت کچھ دیر تک قائم رہی۔

[1] طبری جلد ٦ صفحہ ٢٥١۔

(۵)

(۶۸) عمرو بن قرظہ بن کعب الانصاری

نام و نسب عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید مناۃ بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج الانصاری۔

ان کے والد قرظہ بن کعب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں سے تھے۔ جنگ احد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ سنہ ۲۳ھ میں زمانہ عمر بن الخطاب میں رَے ان کے ہاتھوں پر فتح ہوا امیر المومنین علی بن ابیطالب نے اپنی خلافت کے دور میں ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ پھر جب آپ جنگ صفین کے لئے جانے لگے تو ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور کوفہ کی حکومت ابو مسعود بدری کے سپرد کی۔ قرظہ سب لڑائیوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے اور آپ ہی کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں انتقال کیا۔ امیر المومنین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معاویہ کے ابتدائی زمانہ میں جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا حاکم تھا انتقال کیا[۱]

میں نے ان کے حالات تاریخ "وفیات الشیعہ" میں سنہ ۵۱ھ درج کئے ہیں۔ ان کے دو فرزند تھے عمرو اور علی۔ کربلا میں عمرو امام حسین کی طرف تھے۔ غالباً بڑے یہی تھے۔ اس لئے کہ ان کے والد قرظہ بن کعب

[۱] استیعاب برحاشیہ اصابہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶

سُن چکے ہیں۔ اب زہیر بن قین نے آخری جنگ کی اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ وہ کہہ رہے تھے۔

انا زھیر وانا ابن القین　　اذودھم بالسّیف عن حسینؑ

"میں زہیر ہوں اور قین کا فرزند ہوں۔ میں اپنی تلوار سے اُن کو حسینؑ کے پاس سے دور کرونگا۔"

یوں ہی تھوڑی دیر تک وہ شمشیر زنی کرتے رہے۔ آخر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس دو شخصوں نے حملہ کیا جن کے ہاتھ سے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[1]۔

زیارت شہدا میں اُن پر مخصوص الفاظ میں سلام کیا گیا ہے

(۴)

(۶۷) سلمان بن مضارب بن قیس البجلی

زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے۔ زہیر ہی کے ساتھ سنہ ۶۰ھ میں حج کو گئے تھے۔ واپسی میں جب زہیر امام کی نصرت کے لئے حضرتؑ کے ساتھ ہوئے تو سلمان نے بھی اُن کا ساتھ دیا۔ اور روز عاشور ظہر کے بعد شہید ہوئے[2]۔

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۲-۲۵۳۔ [2] تنقیح المقال ج ۲ صفحہ ۴۸

شیخ ابن نما نے لکھا ہے کہ اُنکا مقصود اس سے عمر سعد پر تعریض ہے اس لئے کہ جب امام نے اُسے اپنی جانب آنے کی دعوت دی ہے تو اُس نے کہا کہ مجھے اپنے گھر کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ کھود ڈالا جائیگا کچھ دیر تلوار چلانے کے بعد پھر عمرو امام کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ جو تیر آتا اُسے اپنے اوپر روکتے اور جو وار ہوتا خود سپر بن جاتے تھے۔ آخر زخموں سے چور ہو گئے۔ امام کی طرف مخاطب ہو کر کہا "کیوں فرزند رسول میں نے فرض کو ادا کیا؟ حضرت فرمایا! ہاں تم جنّت میں میرے آگے جاؤ گے۔ رسول خدا کو میرا سلام پہونچا دینا اور کہنا کہ میں بھی عنقریب آتا ہوں"۔

بہادر جانباز زخموں کی کثرت سے زمین پر گرا اور جان بحق تسلیم ہوا[1]

اُن کا بھائی علی بن قرظہ جو فوج عمر سعد میں تھا صف سے باہر نکلا اور اُس نے امام کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور ورغلا کر قتل کرا دیا۔ امام نے فرمایا کہ خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اُس کی ہدایت کی اور گمراہی میں تو تجھے چھوڑ رکھا ہے۔

[1] ابصار العین ص۹۲

کی کنیت ان ہی کے نام پر ابو عمرو تھی۔ اور زیادہ تر عرب میں کنیت بڑے فرزند کے لحاظ سے ہوا کرتی تھی۔ ان کا چھوٹا بھائی علی لشکر عمر سعد میں تھا۔

ابتدائی حالات

عمرو بن قرظہ کوفہ ہی میں قیام رکھتے تھے۔ وہ امام کی خدمت میں کربلا میں پہنچے۔ ابتدائی تاریخوں میں محرم کی جب ابھی جنگ قرار نہیں پائی تھی[۱] ممکن ہے یہ صحیح ہو کہ وہ چھٹی تاریخ محرم کی تھی امام نے ان کو عمر سعد کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم مجھ سے شب کے وقت دونوں لشکروں کے درمیان میں ملاقات کرو۔[۲]

جاں نثاری

نماز ظہر کے وقت جب تمام اصحاب میں شہادت کا جذبہ تیز ہو گیا تھا اور شمع امامت کے پروانے جانبازی میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے عمرو بن قرظہ نے جنگ کرنا شروع کی۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔

قد علمت کتیبۃ الانصار — انی ساحمی حوزۃ الذمار

ضرب غلام غیر نکس شار — دون حسین مہجتی و داری

(یعنی تمام انصار کی جماعت جانتی ہے کہ میں ذمہ داری کے حدود کی حفاظت کرونگا۔ ایک جوانمرد انسان کی طرح شمشیر زنی جو پیچھے ہٹنے والا نہ ہو حسین پر میری جان اور میرا گھر بار سب فدا ہو۔)[۳]

---

[۱] ابصار العین صہ ۹۲۔ [۲] تنقیح المقال ج ۲ صہ ۳۲۶ [۳] طبری ج ۶ صہ ۲۴۵۔ [۴] طبری ج ۶ صہ ۲۴۵۔

"قبیلہ مراد" کی ایک شاخ "قبیلہ مذحج" ہے اسی کا ایک شعبہ "جمل" ہے جس کی طرف نافع بن ہلال کی نسبت ہے ہلال بن نافع ان کے باپ کا نام تھا جن کی موجودگی واقعہ کربلا میں ثابت نہیں ہے۔

ہلال کی مشہور روایت وہ شب عاشور کا واقعہ ہے جو "دمعہ ساکبہ" میں مذکور ہے۔ امام کا تاریکی شب میں خیمہ سے نکلنا اور میدان میں جانا اور ہلال کا ساتھ ساتھ چلنا اور امام کا ہلال کو اپنے اور نیز دوسرے شہداء کے محل قتال کو دکھلانا پھر واپس آ کر جناب زینب کے خیمہ میں جانا اور ہلال کا در خیمہ پہ کھڑے رہنا اور مخدرۂ علیا کا امام سے کہنا کہ آپ نے اپنے اصحاب کا امتحان بھی لے لیا ہے؟ اور ہلال کا اصحاب کو جا کر اس کی اطلاع دینا اور ان سب کا در خیمہ پر آنا اور اطمینان دلانا۔

لیکن جب ہلال کا وجود ہی کربلا میں ثابت نہیں ہے تو اس روایت کی حقیقت معلوم۔

پھر ایک ہلال کی روایت وہ ہے جس میں حضرت سید الشہداء کی تشنگی اور ہلال کا عمر سعد کی اجازت سے پانی پلانے کے ارادہ سے جانا اور اس طرف امام کا شہید ہو جانا مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہلال عمر سعد کی فوج میں سے کوئی شخص ہے مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اُس نے کہا "خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمھیں قتل نہ کروں یا خود ہلاک ہوں" یہ کہہ کر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کر اُسے نیزہ لگایا جس سے وہ گر گیا مگر پھر علاج کے بعد اُس کا زخم اچھا ہو گیا [۱]

عمرو بن قرظہ انصاری پر زیارت شہدا میں سلام موجود ہے۔ سپہر کاشانی نے اُن کا نام عمرو بن قرظہ لکھا ہے [۲] جو غلط ہے۔

(۶)

(۶۹) نافع بن ہلال جملی

نام و نسب اور قبیلہ نافع بن ہلال بن نافع بن جمل بن سعد العشیرہ بن مذحج۔ عام طور سے لوگوں کی زبان پر اور نیز کتب مقاتل میں "ہلال بن نافع بجلی" کا ذکر کیا جاتا ہے مگر یہ درست نہیں ہے [۳]

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۸۔ [۲] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۲۔ [۳] تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۲۶۶۔ [۴] ابصار العین صفحہ ۸۶

بھی ہوئے تھے [1]

ابتدائی واقعات نافع کوفہ سے امام کی روانگی عراق کی اطلاع پاکر روانہ ہوئے اور امام سے راستے میں جاکر ملحق ہوئے

وہ اپنا ایک گھوڑا جس کا نام "کامل" تھا کوفہ میں چھوڑ گئے تھے اور ہدایت کر گئے تھے کہ وہ اس کے بعد اُن کے پاس پہونچا دیا جائے۔ چنانچہ "تہذیب الہانات" میں عمرو بن خالد صیداوی، مجمع بن عبداللہ عائذی جنادہ بن حارث سلمانی وغیرہ پانچ آدمیوں کا جو قافلہ امام کے پاس پہونچا ہے اُس کے متعلق تصریح ہے کہ :-

یجنبون فرسا لنافع بن ھلال یقال لہ الکامل

یہ لوگ اپنے ساتھ ایک کوتل گھوڑا نافع بن ہلال کا لئے ہوئے تھے جس کا نام تھا "کامل" [2]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود اس قافلہ کے ساتھ نہ تھے۔ وہ اسکے پہلے امام کے پاس آچکے تھے اُسوقت جب جناب مسلم کی خبر شہادت بھی نہ آئی تھی [3]

امام کے خطبہ کا جواب جب امام علیہ السلام سے حر کے لشکر سے ملاقات ہوئی اور حضرت نے ذو حسم میں وہ خطبہ پڑھا جو زہیر کے حالات میں گذر چکا ہے اور زہیر قین اُس کے جواب میں تقریر کر چکے

[1] ابصار العین ص۸۶ - [2] طبری جلد ۶ ص۲۳۰ - [3] ابصار العین ص۸۶

زیارت شہدا میں جو تحفۃ الزائر میں مذکور ہے ہلال کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، لیکن نافع بن ہلال کا ذکر موجود ہے۔

السلام علی نافع بن ھلال البجلی المرادی

سپہر کاشانی نے جو اس زیارت کو نقل کیا ہے اُس میں ہے

السلام علی نافع بن ھلال بن نافع البجلی المرادی[1]۔

علامہ ابن شہر آشوب نے بھی زہیر بن قین کی شہادت کے بعد نافع بن ہلال ہی کی جنگ کا تذکرہ کیا ہے[2]۔

"بجلی" کی لفظ یقیناً کتابت کی غلطی ہے اس لئے کہ قبیلہ مراد کی شاخ "بجیلہ" نہیں ہے وہ "خثعم" کا شعبہ ہے جس سے زہیر بن قین تھے۔ اور مراد کا شعبہ "جمل" ہے جس سے نافع بن ہلال تھے۔

خصوصیات

وہ اپنے قبیلہ کے بڑے سردار اور بہادر شخص تھے، حافظ قرآن بھی تھے اسی لئے تذکرۂ حفاظ شیعہ میں بھی اُن کے حالات درج کئے گئے ہیں[3]۔

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور احادیث کے حامل تھے وہ حضرت کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیوں میں شریک

---

[1] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۲ ۔ [2] مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵ ۔

[3] تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول صفحہ ۱۵۹ ۔

عند نافی مثل تلك الحالة فمن	عہد کو توڑیگا اور نیت کو خراب کریگا وہ خود اپنا
نكث عهده وخلع نيته فلن يضر الا	برا کریگا اور خدا آپ کو اس سے لاپرواہ کردیگا
نفسه والله مغن عنه فسر بنا راشدا	اس لئے کہ بخدا ہم کو خدا کے فریضہ سے کوئی اندیشہ
معافی مشرقا ان شئت وان شئت	نہیں ہے اور نہ اپنے رب کی ملاقات (موت) کو
مغربا فوالله ما اشفقنا	ہم کوئی کراہت ہے۔ ہم اپنی نیتوں اور اعتقادوں
من قدر الله ولا كرهنا لقاء	پر قائم ہیں موالات رکھتے ہیں اس شخص سے جو
ربنا فانا على نياتنا وبصائرنا نوالی	آپکے ساتھ موالات رکھے اور دشمن ہیں اسکے
من والاك ونعادی من عاداك	جو آپ سے دشمنی کرے۔

اس کے بعد بریر نے تقریر کی جو ان کے حالات میں آئیگی [1]

علامہ مامقانی نے لکھا ہے [2]:-

خرج الی الحسین حین اتی ولقیه	وہ امام حسین کے پاس پہونچنے کے لئے کوفہ سے
فی الطریق بعد وصوله عذیب	روانہ ہوئے یہانتک کہ آپکے پاس "عذیب الہجانات"
الهجانات وهو الذی قام بعد	میں پہونچے اور یہی وہ ہیں جو امام حسین کے خطبہ
خطبة الحسین ع عند تضییق	کے بعد جب حر نے امام سے مزاحمت کی تھی کھڑے
الحر علیه ونطق بما هو منقول	ہوئے تھے اور وہ تقریر کی تھی جو کتب سیر میں
فی كتب السیر مما یرضی الله و	مذکور ہے جس سے خدا اور رسول خوشنود تھے

[1] ابصار العین ص۸۷ ۔ [2] تنقیح المقال جلد ۳ ص۲۶۶

تو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا

یا ابن رسول الله انت اعلم ان
استطاعت رسول الله لم يظهر ان
تتحزب الناس محبته وكان يرجو
الى امره ما احب وقد كان منهم
من فقرب بعد و بالمنصور
ينصرون له العدو يلقونه
يا على من الغش ويحملونه
يا امر من الانتظار حتى
تقسمه الله الله وان انا
على فقد كان قسمه
ذلك فقوم قد اجمعوا
على نصرة وقاتلوا معه
الناكثين و القاسطين و
المارقين وقوم خالفوه
حتى اتاه اجله وقضى الى
رحمة الله ورضوانه وانا اليوم

فرزند رسول آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے جد بزرگوار سے
یہ ممکن نہیں ہوا کہ لوگوں کو اپنی بات سمجھا سکیں جب
اور وہ آپ کی اطاعت کرنے لگیں بلکہ جو
آپ چاہتے تھے اور آپ کے ساتھ والوں میں
بہت سے منافق تھے جو آپ کی نصرت کا وعدہ
کرتے تھے اور دماغ میں غداری کا خیال رکھتے
تھے۔ وہ باتیں ایسی کرتے تھے جو شہد سے زیادہ
شیریں ہیں اور کردار میں مخالفت کرتے تھے ایسی
جو انتہائی تلخ تھی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کا انتقال
ہوا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت علی کو بھی اسی
صورت سے دوچار ہونا پڑا کچھ لوگ آپ کی نصرت پر
متفق ہوئے اور آپ کے ساتھ رہ کر ناکثین و
قاسطین و مارقین (جمل صفین اور نہروان والوں)
سے جنگ کی اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی یہاں تک
کہ ان کی وفات ہوئی اور آج ہمارے نزدیک
آپ کو وہی صورت درپیش ہے لہذا جو شخص اپنے

عندنا فی مثل تلک الحالۃ فمن	عہد کو توڑیگا اور نیت کو خراب کریگا وہ خود اپنا
نکث عہدہٗ وخلع نیتہٗ فلن یضر الا	برا کریگا اور خدا آپ کو اُس سے لاپرواہ کردیگا
نفسہ واللّٰہ مغن عنہ فسر بنا راشدا	اس لئے کہ بخدا ہم کو خدا کے فیصلہ سے کوئی اندیشہ
معافی مشرقا ان شئت وان شئت	نہیں ہے اور نہ اپنے رب کی ملاقات (موت) سے
مغربا فواللّٰہ ما اشفقنا	ہم کو کوئی کراہت ہے۔ ہم اپنی نیتوں اور اعتقادوں
من قدر اللّٰہ ولا کرھنا لقاء	پر قائم ہیں موالات رکھتے ہیں اُس شخص سے جو
ربنا فانا علی نیاتنا وبصائرنا نوالی	آپکے ساتھ موالات رکھے اور دشمن ہیں اُسکے
من والاک ونعادی من عاداک	جو آپ سے دشمنی کرے۔

اس کے بعد بریر نے تقریر کی جو اُن کے حالات میں آئیگی [1]

علامہ مامقانی نے لکھا ہے [2]:۔

خرج الی الحسینؑ حین اتی فلقیہ	وہ امام حسینؑ کے پاس پہونچنے کے لئے کوفہ سے
فی الطریق بعد وصولہ عذیب	روانہ ہوئے یہانتک کہ آپکے پاس "عذیب الہجانات"
الھجانات وھو الذی قام بعد	میں پہونچے اور یہی وہ ہیں جو امام حسینؑ کے خطبہ
خطبۃ الحسینؑ عند تضیق	کے بعد جب حر نے امام سے مزاحمت کی ہے کھڑے
الحرّ علیہ ونطق بما ھو منقول	ہوئے تھے اور وہ تقریر کی تھی جو کتب سیر میں
فی کتب السیر مما یرضی اللّٰہ و	مذکور ہے جس سے خدا اور رسول خوشنود ہوئے

[1] ابصار العین ص۸۷ ۔ [2] تنقیح المقال جلد۳ ص۲۶۶

تو نافع کھڑے ہوئے اور کہا

يا ابن رسول الله انت تعلم ان
جدك رسول الله لم يقدر ان
يشرب الناس محبته ولا ان يرجعوا
الى امره ما احب فقد كان منهم
من منافقون يعدونه بالنصر و
يضمرون له الغدر يلقونه
باحلى من العسل و يخلفونه
بامر من الحنظل حتى
قبضه الله اليه و ان اباك
عليا قد كان في مثل
ذلك فقوم قد اجمعوا
على نصرة و قاتلوا معه
الناكثين و القاسطين و
المارقين و قوم خالفوه
حتى اتاه اجله و مضى الى
رحمة الله و رضوانه و انت اليوم

فرزند رسول آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے جد بزرگوار سے
یہ ممکن نہیں ہوا کہ لوگوں کو اپنی محبت سے سیراب کر دیں
اور وہ آپ کی اس طرح اطاعت کریں جس طرح
آپ چاہتے تھے اور آپ کے ساتھ والوں میں
بہت سے منافق تھے جو آپ سے نصرت کا وعدہ
کرتے تھے اور دماغ میں غداری کا خیال مضمر رکھتے
تھے۔ وہ باتیں ایسی کرتے تھے جو شہد سے زیادہ
شیریں ہیں اور کردار میں مخالفت کرتے تھے ایسی
جو انتہائی تلخ تھی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کا انتقال
ہوا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت علی کو بھی اسی
صورت سے دوچار ہونا پڑا۔ کچھ لوگ آپ کی نصرت پر
متفق ہوئے اور آپ کے ساتھ رہ کر ناکثین و
قاسطین و مارقین (جمل صفین اور نہروان والوں)
سے جنگ کی اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی یہاں تک
کہ ان کی وفات ہوئی اور آج ہمارے نزدیک
آپکو وہی صورت درپیش ہے لہذا جو شخص اپنے

تم نے ہمیں روک رکھا ہے" عمرو نے کہا "ہو تم شوق سے تمھیں پینا گوارا ہو" نافع نے کہا "میں تو خود پیونگا نہیں درصورتیکہ حسینؑ اور اُن کے سب اصحاب پیاسے ہیں"۔ یہ سُن کر فوج آگے بڑھی اور کہا یہ تو ممکن ہی نہیں کہ یہ لوگ سیراب ہوں ہم یہاں مقرر اسی لئے گئے ہیں کہ ان کو پانی پینے سے مانع ہوں"۔ نافع اُن لوگوں سے گفتگو کرتے آگے بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم جلدی مشکیں پانی سے بھر لو۔ پیادے تیزی سے بڑھے اور انھوں نے مشکیں پُر کر لیں۔ ادھر نگہبانوں کی فوج آگے بڑھی۔ جناب عباسؑ اور آپ کے ساتھ نافع بن ہلال نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور انھیں پیچھے ہٹا دیا اتنی دیر میں وہ لوگ جو مشکیں لئے ہوئے تھے ساحل سے اوپر آگئے تھے جنگ آزما بہادروں نے اُن سے کہا کہ تم خیموں کی طرف چلو اور خود وہیں کھڑے رہے۔ پاسبانوں کی فوج نے پھر بڑھ کر حملہ کیا اور کچھ جنگ ہوئی۔ اس موقع پر نافع بن ہلال نے عمرو بن الحجاج کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جو قبیلہ "صدا" سے تھا نیزہ لگایا۔ بظاہر وار اوچھا تھا اور کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا۔ مگر اس کے بعد وہ زخم مہلک ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہوگیا۔ اصحاب امام پانی لے کر واپس ہوگئے[1]

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۴ ـ صفحہ ۲۳۵ ـ

رسولہ و اظهر الثبات علی نصرتہ — ہوگئے اور حضرت کی نصرت پر ثبات و استقلال کا اظہار کیا۔

یہ اسی خطبہ کا حوالہ ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ لیکن یہ خطبہ "عذیب الہجانات" پہونچنے سے پہلے ہے۔ اس لئے یہ درست نہیں ہو سکتا کہ وہ امام کے پاس اس منزل میں پہونچے۔ حقیقت وہی ہے کہ اس منزل میں انکا خالی گھوڑا آیا ہے اور وہ خود اس کے بہت پہلے آچکے تھے۔

نہر پر جنگ

جب عمر سعد کی جانب سے نہر پر پہرے بٹھادئے گئے اور امام اور اُن کے اصحاب پر پانی بند کر دیا گیا، اس طرف پیاس کا انتہائی غلبہ ہوا تو امام نے اپنے بھائی ابو الفضل العباس کو پانی لانے پر مامور کیا۔ یہ غالباً آٹھویں یا نویں کا ذکر ہے۔ جناب عباس تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیزے پانی کے لئے لیکر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہونچے۔ نافع بن ہلال جملی نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور سب کے آگے ہوگئے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے جو نہر کا محافظ تھا ٹوکا اور کہا کون ہے جو نہر پر جاتا ہے؟ نافع بن ہلال نے نام بتلایا عمرو بن حجاج قبیلہ "زبیدہ" سے تھا جو مذحج اور مراد کی ایک شاخ ہے اور "جمل" بھی مراد کی شاخ۔ اس لئے نافع نے اپنا نام بتایا اور قبیلہ کا پتہ دیا۔ اُس نے کہا آنے کا سبب؟ کہا اسی پانی کے پینے کو جس سے

نافع نے کہا " تو شیطان کے دین پر ہے " پھر حملہ کر کے آ دمی قتل کر دیا۔[1]

تیر اندازی

نافع تیر اندازی میں بڑے مشاق تھے۔ انھوں نے اپنے تیروں کے سوفا ر پر اپنا نام لکھ دیا تھا اور تیروں کو زہر میں بجھا لیا تھا۔ تیر لگانا شروع کئے اور بارہ آدمیوں کو لشکر مخالف سے قتل کیا اس کے علاوہ بہت سوں کو زخمی کیا۔

گرفتاری اور شہادت

فوج دشمن نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مارنا شروع کیا یہانتک کہ دونوں بازو اُن کے شکستہ ہو گئے اور وہ گرفتار کر لئے گئے۔ شمر کچھ سپاہیوں کے ساتھ اُن کو پکڑ کر عمر سعد کے پاس لے گیا۔ اُس نے کہا۔

" نافع! یہ تم نے اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

نافع نے کہا۔

" میرے ضمیر سے تو خدا واقف ہے۔" اُن کی ڈاڑھی پر خون جاری تھا۔ اس حالت میں وہ کہہ رہے تھے ـــــ " خدا کی قسم میں نے بارہ آدمی تم میں جان سے مارے ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ میں نے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اگر میرے بازو ٹوٹ نہ جاتے تو تم مجھے اس طرح

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۹۔

بریر کے پانی لانے کی روایت جو مشہور ہے اُس کی اصلیت بظاہر یہی ہے۔

امام سے حملہ کی مدافعت
عمر بن قرظہ کے شہید ہونے کے بعد اُنکا بھائی علی بن قرظہ جو فوج عمر بن سعد تھا صف سے باہر نکلا اور امام کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور فریب دے کر قتل کرا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اُن کی تو ہدایت کی۔ ہاں تجھے گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے۔" جاہل بدبخت شخص نے کہا" تو سہی جو میں تمھیں قتل کروں یا خود ہلاک ہوں"۔ یہ کہکر امام پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر نافع بن ہلال سامنے آگئے اور نیزہ مار کر اُسے گرا دیا۔ اُسکے ساتھی اُسے اُٹھا کر لےگئے اور پھر علاج کے بعد وہ اچھا ہو گیا۔[1]

مقابلہ
ظہر کے بعد نافع بن ہلال نے جنگ شروع کی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

انا الجملی انا علیٰ دین علی۔

"میں قبیلہ جمل کا شخص ہوں۔ میں علی کے دین پر ہوں"۔

ایک شخص جس کا نام مزاحم بن حریث تھا۔ فوج مخالف سے باہر نکلا اُس نے کہا "میں عثمان کے دین پر ہوں"۔

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۸

طریق مسامحت سپاری وایشاں را از خویش خورسند داری عرض کرد یا ابن رسول اللہ اگر امروز نصرت تو بجویم فردا با رسول خدائے چہ گویم وزن را وداع گفت و آہنگ جہاد کرد و بدیں اشعار انشاد ارجوزہ فرمودہ

ارمی بها معلمة افواقها — والنفس لا ينفعها اشفاقها

مسمومة تجری بها اخفاقها — ليملأن ارضها رشاقها

ہمانا ہلال مردے دلیر و کماندارے دلاور بود کہ ہرگز عقاب خدنگش جز مرکز ہدف را نشیمن نساخت ہشتاد تیر در کنانہ آگندہ داشت با ہر خدنگ مردے را از پشت شبرنگ بر زمین افگند چوں تیر در کنانہ نماند مردانہ با تیغ حملہ ور گشت و گفت ۔

انا الغلام اليمنی البجلی — دينی علی دين حسين و علی

ان اقتل اليوم فهذا املی — فذاك رأيي و الاقی عملی

مردے از سپاہ ابن سعد کہ او را قیس می نامیدند با شمشیر آختہ بمیدان تاخت ہلال او را مجال نہ دادے توانی او را بطورہ نیراں فرستاد و با تیغ سر افشاں سیزدہ تن از بداندیشاں را از پائے در آورد ایں وقت انبوہ لشکر بضرب سیف و سناں او را بخستند و بازواں او را در ہم شکستند و او را ماخوذ داشتہ بنزد شمر ذی الجوشن بردند شمر حکم داد تا سر او را کش را از تن دور کردند ۔ ایں وقت نافع بن ہلال بجلی آغاز مبادرت نمود الخ

۱؎ ناسخ التواریخ جلد ۶ صـ ۲۶۶

گرفتار ہرگز نہ کر سکتے ‘‘

شمر نے کہا ’’ اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے ‘‘ عمر سعد نے کہا ’’ تم گرفتار کر کے لائے ہو۔ تم ہی کو اختیار ہے ‘‘

شمر نے تلوار کھینچی۔ نافع نے کہا ’’ اگر تم لوگ مسلمان ہوتے تو کبھی ہم لوگوں کے خون میں ہاتھ نہ بھرتے۔ شکر خدا کا کہ اُس نے ہم لوگوں کی موت اپنے مخلوق میں سے بدترین لوگوں کے ہاتھ سے قرار دی ‘‘

شمر نے تلوار لگائی۔ نافع شہید ہوئے [1]

صاحب ناسخ نے سلسلۂ شہدا میں ہلال بن نافع اور نافع بن ہلال کو دو شخص قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

’’ بروایت صاحب روضۃ الاحباب بعد از شہادت مسلم ہلال بن نافع بجلی آہنگ میدان کرد او جوانے بدیع جمال و نیکو اندام بود و دو شیزہ در خطبہ داشت کہ باوے طریق مضاجعت سپردہ بود چوں ہلال را نگریست کہ آہنگ قتال دارد آب از دیدہ فرو ریخت و بر دامن او در آویخت کہ بکجا میروی و مرا با کہ میگذاری و بہ ہائے ہائے بگریست۔ سید الشہدا چوں قصہ ایشاں را اصغا نمود ہلال را فرمود امروز اہل تو حرمان ترا نتوانند برتافت و ایشاں را از خویش خورسند نتواں یافت اگر خواہی در کار جہاد

[1] طبری ج ۶ ص ۲۵۳

علامہ مامقانی کے قلم سے عجیب طرح کی غلطی ہوئی ہے اُنھوں نے نافع بن ہلال کے حال میں پانی لانے کے واقعہ کے تذکرہ میں لکھا ہے[1] -

کان فی الحملة تلک طعنہ من اصحاب عمر بن سعد طعنة فظن ھلال انّھا لیست بشیٔ ثم انّھا انتقضت بعد ذلک فمات منھا وروی انّہ اخذ اسیرا الی عمر بن سعد فقتلہ شمر وعلی التقدیرین ھو من المستشھدین مع الحسین

اسی حملہ میں نافع کو عمر سعد کی فوج کے ایک شخص نے نیزہ لگایا جسے ہلال نے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن اُسی زخم میں پھر طول ہوا اور اُن کا اُس سے بعد انتقال ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کو گرفتار کرکے عمر سعد کے پاس لیجایا گیا اور شمر نے اُن کو قتل کیا۔ بہرحال وہ امام کی ہمراہی میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں

یہ تاریخ کی عبارت سمجھنے میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

اُس حملہ میں نافع کو عمر سعد کی فوج کے کسی شخص نے نیزہ نہیں لگایا تھا بلکہ نافع نے ایک شخص کو نیزہ لگایا اور وہ اُس زخم کو کوئی چیز نہیں سمجھا پھر وہی زخم اُس کے لئے سبب ہلاکت ثابت ہوا۔ نافع کو اُس موقع پر کوئی زخم نہیں آیا تھا۔ وہ اس کے بعد جنگ کرکے زخمی ہوئے ہیں اور گرفتار ہوئے ہیں اور پھر شمر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں۔

---

[1] تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۶۶

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہلال بن نافع میدان جنگ میں گئے اور شہید ہوئے۔ پھر نافع بن ہلال،

صاحب ناسخ نے زیارت شہداء سے جو سلام نقل کیا ہے وہ پہلے درج ہو چکا ہے۔

اُس میں اُنکا پورا نام اس طرح درج ہے "السلام علی نافع بن ہلال بن نافع البجلی المرادی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال بن نافع باپ تھے اور نافع اُن کے فرزند۔

اس روایت میں جو مبارزطلبی کے سلسلہ میں درج کی گئی ہے اس کا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ ہلال بن نافع کے ساتھ اُن کے فرزند نافع تھے یا نافع کے ساتھ اُن کے باپ ہلال بھی تھے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ ہلال نوعمر نوجوان شخص تھے اور ابھی تازہ اُن کی شادی ہوئی تھی اور اُن کی تازہ عروس اُن کے ساتھ تھی یہ امر کہ وہ تیرانداز تھے اور اُن کی رجز کا یہ مضمون کہ اُن کے تیروں کے سوفار پر اُن کے نام کی نشانی موجود تھی نافع کی روایت سے مطابق ہے اُنکے بازوں کا ٹوٹنا اور اُن کا گرفتار کیا جانا اور پھر شہید ہونا۔ یہ سب نافع کے حالات سے ماخوذ ہے۔ مگر صاحب ناسخ کی مورخانہ نگاہ کو ان میں سے کسی امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔

امام کا خطبہ اور اُس کا جواب

راہ میں حُر کی ملاقات کے بعد جو خطبہ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے جس کے سلسلہ میں زہیر بن قین اور نافع بن ہلال نے تقریریں کیں جو اُن کے حالات میں درج ہو چکیں۔ نافع کے بعد بریر کھڑے ہوئے اور کہا:۔

واللہ یا ابن رسول اللہ لقد	خدا کی قسم اے فرزند رسول! یہ خدا کا احسان ہے
من اللہ بک علینا ان نقاتل بین	ہم پر کہ ہم کو موقع دیا اس بات کا کہ ہم آپ کے سامنے
یدیک فتقطع فیک اعضاؤنا حتی	جنگ کریں اور آپ کی نصرت میں ہمارے اعضا
یکون جدک یوم القیامۃ	قطع کئے جائیں یہاں تک کہ آپ کے جد بزرگوار
بین ایدینا شفیعا لنا	روز قیامت ہمارے شفاعت خواہ ہوں گے
فلا افلح قوم ضیعوا ابن	وہ جماعت کبھی نجات نہیں پا سکتی جس نے
بنت نبیھم و ویل لھم	اپنے نبی کے نواسے کو برباد کیا اور وائے ہو
ماذا یلقون بہ اللہ واف	ان کے لئے کیا یہ خدا کو منہ دکھائیں گے اور
لھم یوم ینادون بالویل والثبور	کیا حال ہوگا اُس دن جب وہ آتش جہنم میں
فی نار جھنم	نالہ و فریاد کرتے ہونگے[1]

دشمن کی جسارت اور بریر کی گفتگو

عاشورہ کی شب امام اور اُن کے اصحاب نے عبادت خدا میں گذاری اور لشکر عمر سعد کا

[1] ابصار العین ص۸۷

(۷)

(۷۰) بُریر بن خضیر ہمدانی

اوصاف و خصوصیات

سن رسیدہ تابعی۔ عبادت گذار اور حافظ قرآن تھے میں نے اُن کے حالات "تذکرۂ حفاظ شیعہ"[۱] میں بھی درج کئے ہیں۔ وہ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے اور کوفہ کے باشندہ ہمدانی قبیلہ کے اشراف میں سے تھے۔

ابو اسحٰق ہمدانی سبیعی مشہور محدث و حافظ کے ماموں تھے[۲]۔ مسجد کوفہ میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے[۳]۔ لوگ اُن کو سید القراء (حفاظ کا سردار) کہتے تھے[۴]۔

ابتدائی حالات

اُن کا قیام کوفہ میں تھا مگر شاید حضرت مسلمؑ کے ورود کوفہ کے موقع پر وہ وہاں موجود نہ تھے اس لئے کوئی ذکر اُن کا نظر نہیں آتا۔ بیشک امام حسینؑ کے پاس وہ حُر کی ملاقات کے موقع پر موجود تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں کسی جگہ وہ امامؑ کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں۔

۱؎ حصۂ اول ص ۱۴۹-۱۵۳۔ ۲؎ ابصار العین ص ۷۰۔ ۳؎ طبری جلد ۶ ص ۲۴۷۔
۴؎ رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص ۹۳۔

ایک شخص ہے جو اس طرح کہہ رہا ہے۔ انھوں نے پکار کر کہا "ای فاسق بھلا تو وہ ہوگا جسے خدا پاک لوگوں میں محسوب کرے"

اُس نے کہا۔ "تم کون ہو؟" بتایا کہ "بریر بن خضیر"

جاہل انسان کہنے لگا کہ "مجھے بڑا صدمہ ہے بریر تم ہلاک ہوئے خدا کی قسم، بخدا ہلاک ہوئے۔"

بریر نے کہا۔ "اے ابو حرب کیوں نہیں توبہ کر لیتا اپنے بڑے گناہوں سے، خدا کی قسم پاک لوگ ہم ہیں اور خبیث و ناپاک تم ہو۔"

مسخرے شخص نے کہا "اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔"

ضحاک مشرقی نے کہا "پھر یہ جانتے ہو تو عمل کیوں نہیں کرتے ہو

اُس نے کہا۔ "قربانت شوم! پھر یزید بن عذرۃ العنزی کی مصاحبت کون کریگا۔" یہ فوج عمر سعد کا ایک شخص تھا جو اس وقت اُسکے ہمراہ تھا۔

معلوم ہوگیا یہ شخص سنجیدہ گفتگو کا اہل نہیں ہے۔ وہ بات کو مذاق میں اڑاتا ہے۔

ضحاک نے کہا "بہرحال خدا تجھے غارت کرے تو جاہل احمق ہے"[1]

ذوق شہادت عاشورہ کی صبح کو ترتیب لشکر کے بعد امامؑ نے ایک خیمہ نصب کرایا اور اُس میں بعض آداب طہارت کے ادا کرنے

[1] تاریخ طبری ج ۶ صفحہ ۲۴۰

طلایہ کبھی خیام امام کے قریب سے ہوکر گذرتا تھا۔ امام ان آیات کی تلاوت فرمارہے تھے
لا یحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لھم خیر لانفسھم انّما نملی لھم لیزدادوا
اثما ولھم عذاب مھین ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتّی
یمیز الخبیث من الطیب (یعنی) نہ سمجھنا چاہئے اُن لوگوں کو جنھوں نے کفر
اختیار کیا ہے کہ ہم جو اُنھیں مہلت دیتے ہیں یہ اُن کے لئے بہتر ہے۔ ہم تو انھیں
مہلت دیتے ہیں اس لئے کہ اُن کے گناہوں میں اور اضافہ ہوجائے اور اُن کے
واسطے حقارت آمیز عذاب ہے۔ خدا نہیں چھوڑیگا مؤمنین کو اس حالت میں جس پر تم ہو
جب تک کہ امتیاز نہ کردے ناپاک لوگوں کا پاک لوگوں سے“۔

عمر سعد کے طلایہ کی فوج میں سے ایک شخص نے اسے سنا تو وہ
کہنے لگا کہ ”خدا کی قسم ہم ہیں پاک لوگ جنکا تم سے امتیاز ہوگیا“۔ ضحاک بن
عبداللہ مشرقی نے جو اصحاب امام میں سے تھے لیکن درجۂ شہادت پر فائز
نہیں ہوئے۔ بیان کیا ہے کہ میں نے اُس کو پہچانا اور بریر بن خضیر
سے کہا کہ ”تم جانتے ہو یہ کون ہے؟“۔ اُنھوں نے کہا ”نہیں“ میں نے
کہا یہ ابو حرب عبداللہ بن شہر سبیعی ہے۔ وہ ایک مسخرہ بیہودہ انسان
لیکن بہادر اور جری تھا۔ سعید بن قیس ہمدانی جو امیر المؤمنین کی فوج
کے ایک سردار تھے اکثر اُسکو جرائم کی پاداش میں قید کردیا کرتے
تھے۔ بریر کو اس امر سے تکلیف محسوس ہوئی کہ یہ اُنھی کے قبیلہ کا

جو کھڑے ہو گئے مگر امام نے اُن کو منع کر دیا۔

یہ بھی وہاں لکھا گیا ہے کہ بُریر فوج حسینی کے اُن مخصوص اشخاص میں سے تھے جو نمایاں حیثیت رکھتے تھے چنانچہ جب عبداللہ بن عمیر کلبی اُن دونوں کے مقابلہ پر نکلے تو انھوں نے کہا کہ ہم تم سے واقف نہیں ہیں۔ ہمارے مقابلہ پر زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہئے جس پر عبداللہ کو غصہ آگیا اور انھوں نے حملہ کر دیا[1]

مباہلہ اور جنگ واقعۂ کربلا میں اصحاب حسینی کے استقلال و ثبات قدم کا تمام راز اُن کے اس یقین و اطمینان میں مضمر تھا جو انھیں اپنی حقانیت کے بارہ میں حاصل تھا اس کے مظاہرے مختلف صورتوں سے ہوتے رہتے تھے اُن میں سے بڑا شاندار واقعہ یہ ہے جس میں بریر کے اطمینان قلبی کا ثبوت پیش ہوا ہے

یزید بن معقل فوج عمر سعد میں، بنی عمیرۃ بن ربیعہ میں سے، بنی سلیمہ بن عبدالقیس کا حلیف تھا۔ اُس سے اور بُریر سے پرانی شناسائی تھی۔ اور آپس میں مذہبی نوک جھوک بھی ہوا کرتی تھی، وہ صف سے باہر نکلا اور اُس نے بریر کو پکار کر آواز دی کہ دیکھا تم نے خدا نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بریر نے کہا خدا نے میرے ساتھ تو بڑا اچھا سلوک کیا۔ ہاں

---

[1] طبری جلد ۶ صہ ۲۴۵

کے لئے تشریف لے گئے تو دروازہ پر خیمہ کے عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری اور بریر کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں اس امر پر پُرلطف دھکم دھکا ہو رہا تھا کہ کون امام کے بعد پہلے خیمہ میں جائیگا۔

اس موقع پر بُریر عبدالرحمٰن سے مذاق کر رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے کہا "چھوڑو ان باتوں کو، اس وقت دلگی کا موقع نہیں ہے"۔ بریر نے کہا "خدا کی قسم میرے قبیلہ کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی دلگی کو پسند نہیں کیا نہ جوانی میں اور نہ ادھیڑپن میں۔ لیکن اس وقت تو میں مستقبل کے خیال پر خوش ہوں۔ بخدا ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں صرف اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر تلواریں لیکر حملہ کریں۔ اور مجھے تو تمنّا ہے کہ کہیں یہ وقت جلد آئے"[۱]۔

فاضل سماوی نے اس واقعہ کو نویں محرم سے متعلق قرار دیا ہے[۲] اس کا کوئی ثبوت مجھے نہیں ملا۔

جہاد میں سبقت

حبیب بن مظاہر کے حالات میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جنگ چھڑنے کے بعد سب سے پہلے جو دو پہلوان دشمن کی طرف سے نکلے۔ وہ یسار اور سالم دو غلام تھے۔ انھوں نے مبارزطلبی کی تو حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضیر ہی دو جوان ہمت انسان تھے

۱؎ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۱ ـ ۲؎ ابصار العین صفحہ ۷۱

تلوار لگائی جو بریر پر اُچٹتی ہوئی پڑی اور کوئی صدمہ اُنھیں نہیں پہنچا پھر بریر نے تلوار ماری جو خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہونچی وہ گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا اس حالت میں کہ بریر کی تلوار اُس کے سر میں قائم تھی اور وہ اُسے سر کے اندر سے کھینچ رہے تھے۔

شہادت

رضی بن منقذ عبدی نے بُریر پر حملہ کیا اور بریر کے لپٹ گیا کشتی لڑنے لگا۔ بُریر اُس کو گرا کر سینہ پر سوار ہو گئے۔ کمینہ بزدل دشمن اب چیخنے لگا اور پکارنے لگا۔ کہاں ہیں جنگجو پہلوان کہاں ہیں مدافعت کرنے والے جوان۔ کعب بن جابر بن عمرو ازدی حملہ کے لئے آگے بڑھا عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس جو واقعہ کربلا میں لشکر عمر سعد میں موجود تھا اُس کا بیان ہے کہ میں نے کعب سے کہا یہ تو بُریر بن خضیر وہ حافظ قرآن ہیں جو ہم کو مسجد میں قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مگر اُس نے سماعت نہ کی اور پشت کی جانب سے بُریر پر نیزہ کا وار کر دیا بُریر کو نیزہ کی انی کا احساس ضرور ہوا مگر چارہ کار کوئی نہ تھا انی سینہ کے پار تھی اور بُریر اپنے دشمن کے سینہ پر سے الگ گر رہے ہوئے تھے پھر اُس نے تلوار لگا کر بالکل بُریر کا کام تمام کر دیا۔ رضی بن منقذ جس نے ابھی بُریر کے مقابلہ میں شکست کھائی تھی کپڑوں سے خاک جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا اور قاتل بُریر کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ تم نے

تواپنی کہہ کہ بڑا بدنصیب ہے "

یزید نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو حالانکہ اس کے پہلے تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، اچھا تمھیں یاد ہے؟ ایک دن ہم اور تم بنی دودان کے کوچہ میں جا رہے تھے اور تم کہہ رہے تھے کہ عثمان بن عفان گنہگار تھے اور معاویہ بن ابوسفیان خود گمراہ اور دوسروں کا گمراہ کرنے والا ہے۔ اور سچے راہنما اور امام علی بن ابیطالب ہیں۔ بریر نے کہا میں اس وقت بھی اقرار کرتا ہوں کہ میری رائے یہی ہے اور میں اسی قول پر قائم ہوں یزید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔ بریر نے کہا اچھا اس پر تیار ہو کہ میں تم سے مباہلہ کروں اور ہم دونوں مل کر خدا سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہو اسکے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرا دے۔ پھر میں تم سے نکل کر جنگ کروں۔ یزید نے اس کو منظور کر لیا۔

دونوں فوجوں کی آنکھیں لڑی ہوئی ہونگی، حق اور باطل کا سخت مقابلہ اور فیصلہ کن امتحان تھا۔

دونوں نے نکل کر ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور خدا سے دعا کی۔ پھر جنگ کے لئے مقابلہ پر آگئے۔

بس دو ضربتوں کی آمد و رفت ہونے پائی۔ پہلے یزید نے

بیدین جاہل شخص بریر کے قتل پر فخر کر رہا ہے۔ عبدالرحمن بن جندب کی روایت ہے کہ میں نے اُس کو مصعب بن زبیر کے زمانہ میں یہ کہتے سنا کہ خداوندا ہم نے وفاداری سے کام لیا۔ ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جو غدّاروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے باپ جندب نے کہا کہ بالکل سچ۔ وفاداری کے معنی یہی ہیں! بیشک تونے اپنے نفس کے ساتھ خود بُرائی کی۔ ہٹ دھرم ظالم کہنے لگا "ہرگز نہیں میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ میں نے تو اپنے نفس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا"۔ مگر وہی رضی بن منقذ جس کی حمایت پر وہ آج فخر کر رہا تھا اُس نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

لو شاء ربّی ما شهدت قتالهم ولا جعل النعماء عندی ابن جابر
لقد کان ذا الیوم عاراً وسبّة یعیّر الابناء بعد المعاشر
فیا لیت انّی کنت من قبل قتله ویوم حسین کنت فی رمس قابر

یعنی اگر مقدر میں اس طرح لکھا نہ ہوتا تو میں اس جنگ میں شریک نہ ہوتا اور نہ ابن جابر کا احسان مجھ پر ہوتا۔ وہ دن ہمیشہ کیلئے ایک عار و ننگ کا موقع تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔ کاش میں بریر کے قتل اور حسین سے مقابلہ کے دن سے پہلے مر کر قبر میں پہونچ گیا ہوتا [1]

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۸

مجھ پر آج وہ احسان کیا جس کو میں کبھی نہ بھولونگا۔[1]

انجام ستم

حسینؑ کے ساتھ والے مجاہد اپنے حسن عمل میں تمام عرب میں شہرۂ آفاق تھے۔ وہ مال وجاہ دنیا کی ہوس تھی جو اُنکے خلاف شمشیر زنی پر آمادہ کرتی تھی۔ مگر بعد میں اُنھیں خود اپنے وابستگان اعزا و اقارب کی طرف سے لعنت و ملامت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ قتل کرنے والے ظالم خود اپنے کردار کی برائی کا اقرار نہ کریں اور اپنے غلط طریقہ کار پر اصرار رکھیں۔ بُریر کا قاتل کعب بن جابر جب کوفہ واپس گیا تو اُس کی بیوی یا اُس کی بہن نوار بنت جابر نے کہا کہ تو نے غضب کیا۔ فرزند فاطمہ زہرا کے خلاف تو نے جنگ کی اور سید القراء (بُریر) کو قتل کیا۔ تو نے بڑا عظیم اقدام کیا ہے۔ میں تجھ سے اب کبھی بات نہیں کرونگی۔ اسے سُنکر کعب بن جابر نے کچھ اشعار نظم کئے۔ جنھیں میں نے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" میں درج کیا ہے۔[2] اُن میں سے آخری شعر جو وہاں نہیں لکھا گیا ہے حسب ذیل ہے:۔

قتلت بریراً ثم حمّلت نعمۃ ابا منقذ لمّا دعا من یماصع

"میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسانمند کیا جبکہ وہ پکار اُٹھا تھا کہ کون میری مدد کرتا ہے"

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۷۔ [2] طبع چہارم ص ۴۶۔۴۷

بیدین جاہل شخص بُریر کے قتل پر فخر کر رہا ہے۔ عبدالرحمن بن جندب کی روایت ہے کہ میں نے اُس کو مصعب بن زبیر کے زمانہ میں یہ کہتے سنا کہ خداوندا ہم نے وفاداری سے کام لیا۔ ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جو غدّاروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے باپ جندب نے کہا کہ بالکل سچ۔ وفاداری کے معنی یہی ہیں! بیشک تو نے اپنے نفس کے ساتھ خود بُرائی کی۔ ہٹ دھرم ظالم کہنے لگا "ہرگز نہیں میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ میں نے تو اپنے نفس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا"۔ مگر وہی رضی بن منقذ جس کی حمایت پر وہ آج فخر کر رہا تھا اُس نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

فلو شاء ربّی ما شهدت قتالهم ولا جعل النعماء عندی ابن جابر
لقد کان ذاک الیوم عارا وسبّة یعیّره الابناء بعد المعاشر
فیا لیت انّی کنت من قبل قتله ویوم حسین کنت فی رمس قابر

(یعنی) مقدر میں اس طرح لکھا نہ ہوتا تو میں اس جنگ میں شریک ہوتا اور نہ ابن جابر کا احسان مجھ پر ہوتا۔ وہ دن ہمیشہ کیلئے ایک عار و ننگ کا موقع تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔ کاش میں بریر کے قتل اور حسینؑ سے مقابلہ کے دن سے پہلے مر کر قبر میں پہونچ گیا ہوتا [۱]

[۱] طبری ج ۶ ص ۲۴۸

مجھ پہ آج وہ احسان کیا جس کو میں کبھی نہ بھولونگا۔[1]

انجام ستم

حسینؑ کے ساتھ والے مجاہد اپنے حسن عمل میں تمام عرب میں شہرہ آفاق تھے۔ وہ مال وجاہ دنیا کی ہوس تھی جو انکے خلاف شمشیر زنی پہ آمادہ کرتی تھی۔ مگر بعد میں اُنھیں خود اپنے وابستگان اعزا و اقارب کی طرف سے لعنت و ملامت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ قتل کرنے والے ظالم خود اپنے کردار کی برائی کا اقرار نہ کریں اور اپنے غلط طریقہ کار پہ اصرار رکھیں۔ بُریر کا قاتل کعب بن جابر جب کوفہ واپس گیا تو اُس کی بیوی یا اُس کی بہن نوار بنت جابر نے کہا کہ تو نے غضب کیا۔ فرزند فاطمہ زہرا کے خلاف تو نے جنگ کی اور سید القرار (بُریر) کو قتل کیا۔ تو نے بڑا عظیم اقدام کیا ہے۔ میں تجھ سے اب کبھی بات نہیں کرونگی۔ اسے سُنکر کعب بن جابر نے کچھ اشعار نظم کئے۔ جنھیں میں نے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" میں درج کیا ہے۔[2] اُن میں سے آخری شعر جسے وہاں نہیں لکھا گیا ہے حسب ذیل ہے:۔

قتلت بریرا ثم حملت نعمة　　　　ابا منقذ لما دعا من یماصع

"میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسانمند کیا جبکہ وہ پکار اٹھا تھا کہ کون میری مدد کرتا ہے"

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۷ ۔ [2] طبع چہارم ص ۴۶ ۔ ۴۷

اتصال رکھتے تھے۔ وہ شیعیان کوفہ میں اپنے اوصاف کی بنا پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ اور ایک طرف تو میدان جنگ کے شہسوار تھے دوسری طرف احادیث کے حافظ تھے اور امیر المومنین سے استفادہ کئے ہوئے تھے۔ وہ کوفہ میں اس باب میں مرجعیت کی حیثیت رکھتے تھے اور لوگ اُن سے احادیث حاصل کرنے آیا کرتے تھے [۱]

جب عابس جناب مسلم کا خط لیکر کوفہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے جس کا تذکرہ اسکے بعد آئیگا تو شوذب اُن کے ساتھ گئے اور امام کے ساتھ مکہ معظمہ سے پھر عراق آئے اور کربلا پہونچے [۲]

روز عاشور عابس نے اپنے باوفا غلام سے کہا "کیوں شوذب تمھارا کیا ارادہ ہے؟" شوذب نے کہا" ارادہ کیا ہے؟ یہی کہ آپ کے ساتھ رہ کر فرزند رسول کی نصرت میں جنگ کروں اور قتل ہوں" عابس نے کہا " شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اچھا تو پھر بڑھو آگے اور امام کے اوپر جان نثار کرو۔ تاکہ امام تمھاری مصیبت بھی اُس طرح دیکھ لیں جیسے اپنے دوسرے اصحاب کی اور میں بھی تمھارے غم کو برداشت کر کے ثواب کا مستحق بنوں۔ یقیناً اگر اس وقت کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہوتا جس پر مجھے اس سے زیادہ اختیار

[۱] تنقیح المقال جلد ۲ ص۸۸۔ [۲] ابصار العین ص۷۶

یہ ہر کمزور نفس کے انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے۔

بُریر کی شہادت کے وقت کا تعین حقیقۃً نہیں ہو سکا ہے اُن کی جنگ کی صورت، اور واقعۂ شہادت کی نوعیت کی بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ وہ اوائل جنگ میں شہید ہوئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے اُن کی شہادت کو حر کے بعد لکھا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ اُن کو بحیر بن اوس ضبی نے شہید کیا[1]

مگر یہ لوگ خود حر کی شہادت کو اوائل جہاد میں بتلاتے ہیں حالانکہ حر جیسا کہ میں نے لکھا ہے نماز ظہر کا وقت آنے کے بعد شہید ہوئے ہیں بہت ممکن ہے کہ میں دوسرے اڈیشن میں بریر کے تذکرہ کو حصۂ اول میں ظہر کے قبل شہید ہونے والے اصحاب میں جگہ دیدوں۔

(۸)

(۷۱) شوذب بن عبداللہ

غلام زادوں میں سے قبیلہ "شاکر" کے تھے جو "ہمدان" کی ایک شاخ تھی۔ اور عابس بن ابی شبیب شاکری کے ساتھ جن کا تذکرہ ابھی ان کے بعد آئیگا

---

[1] مناقب مطبوعہ بمبئی ج ۲ صفحہ ۲۱۷

بنو شاکر قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ تھی۔ اور اُن ہی کی نسبت امیر المومنینؑ نے روز صفین فرمایا تھا کہ اگر اُن کی تعداد ایک ہزار ہو جائے تو خدا کی عبادت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونا چاہئے۔

یہ لوگ عرب میں بڑے شجاع اور جنگ آزما تھے اور "فتیان الصباح" کے لقب سے مشہور تھے۔ اس کے معنی ہوئے "وقت صبح کے جوانمرد" چونکہ غارت گری اور جنگ زیادہ تر اوقات صبح میں ہوتی تھی اس لئے اس وقت کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

ہمدان کی ایک دوسری شاخ بنو وادعہ کے پاس ان لوگوں نے جا کر قیام کیا تو وہ لوگ بھی اسی لقب سے ملقب ہو گئے اور اسی لئے عابس کو شاکری بھی کہا جاتا ہے اور وادعی بھی [1]

شیخ الطائفہ نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ کے ذیل میں اُن کے والد کا نام ابو شبیب ہی لکھا ہے۔ علامہ مامقانی نے اس کی تبعیت کرتے ہوئے اُن کو "عابس بن ابی شبیب" کے نام سے معنون کرنے کے بعد نہ معلوم کس بنا پر یہ لکھدیا ہے کہ ظاہر غیرہ کون شبیب بغیر کلمۃ ابی اسما لابیہ لا کنیۃ لہ "شیخ طوسی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے باپ کا

[1] ابصار العین ص۴۷۔

ہوتا جتنا مجھے تم پر اختیار حاصل ہے تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جائے تاکہ میں اُس کی مصیبت کو برداشت کروں کیونکہ آج تو دن ایسا ہے جس میں جتنا انسان سے ہو سکے اُتنا اجر و ثواب حاصل کرلے کیونکہ آج کے دن کے بعد پھر عمل کا دفتر ختم ہے اور حساب کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

میں نے اس گفتگو پر "محاربۂ کربلا" میں تبصرہ کیا ہے

شوذب آگے بڑھے۔ امام حسینؑ کو سلام کیا اور پھر جنگ کر کے شہید ہوئے[۵]

وہ غلام عالم کے سرتاجوں سے زیادہ عزت دار تھا کہ اُس پر امامؑ نے زیارت شہداء میں سلام کیا۔

(السلام علیٰ شوذب مولیٰ شاکر)

(۹)

(۷۲) عابس بن ابی شبیب شاکری

نام و نسب	عابس بن ابی شبیب بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معویہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد الہمدانی الشاکری

[۱] صفحہ ۵۴-۵۵ - [۵] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۴

ولا اعلم ما في انفسهم وما	نہیں چاہتا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ اُن کے
اغرّك منهم والله احدثك	دلوں میں کیا ہے اور میں آپ کو اُن کے بارہ
عما انّا موطن نفسی علیه	میں مبتلائے فریب نہیں بنانا چاہتا ۔ بخدا میں
والله لا جیبنّکم	آپ کو وہ بتلاتا ہوں جس کو میں نے اپنے
اذا دعوتم	دل میں ٹھان لیا ہے ۔ بخدا میں جب آپ
ولا قاتلنّ معکم	آواز دیجئے گا تو آپ کی صدا پر حاضر ہونگا
عدوّکم و	اور آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دشمن سے جنگ
لا ضربنّ بسیفی	کرونگا اور اپنی اس تلوار سے آپ کی طرف سے
دونکم حتی القی الله	جہاد کرونگا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات
لا اريد بذلك الا	کروں اس سے میرا مقصود سوائے خوشنودی
ما عند الله ۔	خدا کے کچھ اور نہیں ہوگا ۔

دیکھا جائے تو عابس کی یہ مختصر تقریر بڑی معنی خیز ہے ۔ وہ عام اہل کوفہ پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہیں ۔ وہ اُن کے ارادوں کے ثبات اور مواعید کے استقلال کی کمزوری کا انکشاف کر رہے ہیں اور اُسے ایک فریب نگاہ قرار دے رہے ہیں بیشک وہ صرف اپنے نفس کی ذمہ داری کر رہے ہیں اور عہد وفاداری کے پورا کرنے کی قسم کھا رہے ہیں ۔

نام شبیب تھا" ابی" کی لفظ کے بغیر، نہ ابو شبیب کنیت کے طور پر[۱]
ممکن ہے کسی کتاب میں ایسا ہو لیکن ہمارے سامنے تاریخ طبری
موجود ہے اس میں بھی جہاں جہاں اُن کا ذکر ہے "عابس بن ابی
شبیب" ہی لکھا ہے[۲]۔ زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں السّلام علیٰ
عابس بن شبیب ہے۔ لیکن اسی زیارت کو سپہر کاشانی[۳] نے جو درج
کیا ہے اُس میں السّلام علیٰ عابس بن ابی شبیب الشاکری ہے۔

اوصاف

وہ شیعیانِ کوفہ میں سے رئیس قوم، بہادر، مقرر، عبادت گزار
اور شب زندہ دار تھے۔ بہت سی لڑائیوں میں کارِ نمایاں
انجام دے چکے تھے۔ اور دلوں میں اُن کی شجاعت کا سکہ قائم تھا۔

جلسہ میں تقریر

اُس موقع پر جب جناب مسلم بن عقیل کوفہ میں وارد ہوئے
اور آپ نے مختار کے گھر میں قیام فرمایا اور شیعیانِ کوفہ
کا اجتماع ہوا اور مسلم نے امامؑ کا خط پڑھ کر سنایا تو اُس وقت سب سے
پہلے عابس بن ابی شبیب شاکری ہی کھڑے ہوئے تھے اور انھوں نے
حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا:۔

امابعد فانی لا اخبرک عن الناس میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت کچھ بتانا

---

[۱] تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۱۲۔ [۲] طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۹ و ۲۱۱ و ۲۵۴۔
[۳] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۱۴۔

تھے اور پھر آپ سے جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ کربلا پہونچے اُن کا غلام شوذب اُن کے ساتھ تھا۔

جذبۂ قربانی

ابھی شوذب بن عبداللہ کے حال میں عابس کے وہ الفاظ درج ہو چکے ہیں جو انھوں نے اپنے باوفا غلام سے کہے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ "اگر میرے پاس اس وقت کوئی ایسا شخص ہوتا جو تجھ سے زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوتا تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جا کر قتل ہوتا کہ اس کی مصیبت کو میں برداشت کروں اور یہ اجر کا مستحق بنوں۔ کیونکہ آج کا وہ دن ہے جس میں ہم کو ہر امکانی ذریعہ سے آخرت کے ثواب کا استحقاق حاصل کرنا ہے۔ پھر آج کے دن کے بعد عمل کا موقع نہیں ہے"۔

یہ وہ الفاظ ہیں جنھیں اطمینانی مواقع پر شاعری کے طور پر شخص کہہ سکتا ہے لیکن عین مصیبت کے موقع پر واقعی طور پر اُن کا کہنا بہت مشکل ہے معلوم ہوتا ہے مصائب کے اٹھانے کا ایک شوق ہے اور تکالیف کے برداشت کرنے کا جذبہ جو خود اختیاری طور پر عملی اقدامات کا محرک ہے۔ آپ سن چکے کہ غلام گیا اور شہید ہو گیا آج اس کو وہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ اُسکے مالک کے تذکرہ سے پہلے اُس کا ذکر سامنے آیا۔ لیکن حقیقتہً وہ عابس ہی کی قربانی کا ایک باب ہے جو تمہید کی صورت سے مقدم ہو گیا ہے۔

اس امر سے عابس کی شخصیت کا ممتاز درجہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ
اس جلسہ میں بڑے بڑے صاحب مرتبت اشخاص موجود تھے۔ جیسے
حبیب بن مظاہر سعید بن عبداللہ حنفی وغیرہ۔ لیکن ان تمام لوگوں
میں عابس نے تقدم کی جرأت کی اور اُن کی تقریر اتنی جامع اور
پر مغز تھی کہ حبیب بن مظاہر نے اُن کی تعریف کی اور کھڑے ہو کر کہا

رحمك الله قد قضيت ما في نفسك بواجز من قولك۔

خدا اپنی رحمت تمھارے شامل حال کرے۔ تم نے کتنے مختصر الفاظ میں اپنے پورے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی طرف سے نصرت و اعانت کی
اُسی طرح ذمہ داری کی جس طرح عابس نے کی تھی[1]۔

کوفے سے روانگی جب جناب مسلم کی کوفہ میں اٹھارہ ہزار آدمیوں نے
بیعت کی۔ آپ نے صورتِ حال سے امام کو مطلع
کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ خط آپ نے عابس بن ابی شبیب شاکری
ہی کو دیا کہ وہ امام کے پاس لیجائیں۔ چنانچہ عابس اس خط کو لیکر
امام کے پاس گئے[2]۔ اسی لئے جناب مسلم کے واقعہ میں آپ کی جنگ اور
شہادت کے موقع پر پھر عابس کا نام دکھلائی نہیں دیتا۔ وہ امام کے

[1] طبری ج ۶ ص ۱۹۹ ۔ [2] طبری ج ۶ ص ۲۱۱ ۔

عباس نے آواز دینا شروع کی " الا رجل لرجل " کیا کوئی مرد میدان نہیں جو ایک مرد میداں کے مقابلہ کو نکلے "۔

طبری کے مطبوعہ نسخہ میں یہی الفاظ ہیں۔ ابصار العین میں ہے :۔ " الا رجل الا رجل " کیا کوئی مرد نہیں ہے، کوئی مرد نہیں ہے ؟ " مگر فوج میں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا ۔ عمر سعد نے کہا " اس بہادر کو پتھر مارنا شروع کردو "۔

ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی ۔ یہ عجیب طریقہ جنگ دیکھ کر عباس نے زرہ اور خود و بکتر اتار کر پھینکدیا اور تلوار لئے فوج پر ٹوٹ پڑے جس صف کی طرف رخ کرتے تھے سینکڑوں آدمی اُن کے سامنے سے بھاگتے نظر آتے تھے ۔

شہادت تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد فوج کے بڑے حصہ نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور قتل کیا ۔ اُن کو شہید کرنے کے بعد اُن کا سر قلم ہوا اور بہت سے آدمیوں نے فوج کے آپس میں جھگڑنا شروع کیا ۔ ہر ایک کہتا تھا اس شخص کو میں نے قتل کیا ۔ عمر سعد نے اس کا یہ کہہ کر فیصلہ کیا کہ جھگڑا نہ کرو ۔ اس شخص کا قاتل کوئی ایک نہیں ہو سکتا ۔ تم سب اس کے قاتل ہو ۔ اس طرح یہ نزاع برطرف ہوئی [1]

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صـ ۲۵۴

امام سے رخصت

شوذب کے قتل ہونے کے بعد عابس امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:۔

"بخدا روئے زمین پہ کوئی ایسا نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز اور آپ سے زائد محبوب ہو۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ میں اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز شئے آپ کی خدمت میں پیش کروں تو اُسے پیش کرتا مگر اب تو بس میری جان ہی باقی ہے۔ تو پھر اجازت دیجئے۔ میں آخری سلام کرتا ہوں۔ اور خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپکے اور آپکے باپ کے دین پر قائم ہوں۔"

ان الفاظ کو کہہ کر امام سے رخصت ہوئے۔

بے مثال جنگ

عابس تلوار کھینچے ہوئے فوج دشمن کے سامنے آئے۔ اُن کی پیشانی پر اس وقت ایک زخم تھا جو شائد پہلے کے حملوں میں آ گیا تھا۔ فوج کوفہ کا ایک شخص ربیع بن تمیم جو واقعہ کربلا میں موجود تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے عابس کو آتے دیکھا تو پہچان لیا۔ میں انھیں اس کے پہلے لڑائیوں میں دیکھ چکا تھا اور اُن کی شجاعت سے واقف تھا۔ میں نے کہا "ایہا الناس! یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن شبیب ہے۔ دیکھو کوئی ایک شخص تم میں سے اس کے مقابلہ کو باہر نہ نکلے۔"

حضرتؑ نے فرمایا "خدا تمہارا بھلا کرے، آؤ میرے قریب آؤ"۔
یہ دونوں امامؑ کے پاس کھڑے ہو گئے اور ایک اُن میں سے یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت حقا بنو غفار و خندف بعد بنی نزار
لنضربن معشر الفجار بکل عضب صارم بتار
یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار بالمشرفی والقنا الخطار

(ترجمہ) حقیقتہً تمام بنی غفار اور خندف و بنی نزار کے قبائل اس امر سے واقف ہیں کہ ہم فاسق و فاجر گروہ پر حملے کریں گے ہر بار ہر دار براں شمشیر کے ساتھ۔ اے میرے ساتھیو شریف خاندان کی طرف سے شمشیر و نیزہ کے ساتھ جنگ میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو"

طبری کے الفاظ یہی ہیں کہ کان احدھما یقول "اُن میں سے ایک یہ رجز پڑھ رہا تھا[1]" لیکن مؤلف ابصار العین نے لکھا ہے:۔

ان احدھما الیرجز ویتم لہ الآخر فیقولان

(یعنی) ایک اُن میں سے رجز کا مصرع شروع کرتا تھا اور دوسرا اس شعر کو ختم کرتا تھا۔ اس طرح دونوں مل کر رجز پڑھ رہے تھے[2]۔

آخر وہ دونوں شہید ہوئے۔

طبری نے اُن کا نام عبداللہ بن عزرہ اور عبدالرحمٰن بن عزرہ غفاری

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۳ ۔ [2] ابصار العین صفحہ ۱۰۲

(۱۰)

(۷۳) عبداللہ بن عروہ بن حراق الغفاری

یہ وہی قبیلہ ہے جس کو حضرت ابوذر کی نسبت کا شرف حاصل ہے۔

حراق غفاری اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے اور حضرتؑ کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان میں شریک رہے تھے۔ ان کے دونوں پوتے عبداللہ بن عروہ اور عبدالرحمن بن عروہ اشراف و شجاعان کوفہ میں اور شیعیان علیؑ بن ابیطالب میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ یہ دونوں بھائی امام حسینؑ کے پاس کربلا میں آکر پہونچے اور حضرتؑ کے انصار میں شامل ہوئے۔[1]

روز عاشور بعد ظہر جب اصحاب امامؑ کی تعداد بہت کم رہ گئی اور دشمن کی یورش بہت بڑھ گئی تو اصحاب ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ہم پہلے اپنی جان نثار کریں۔

چنانچہ یہ دونوں بھائی خدمت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا اباعبداللہ، ہمارا سلام قبول کیجئے۔ دشمن اب آگے بڑھے چلے آتے ہیں اور ہمارا بس نہیں چلتا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ خود آپ کے سامنے قتل ہوجائیں۔ اور آپ کی حفاظت میں اپنی جان نثار کریں"۔

---

[1] ابصار العین ص۱۰۴

غزوهٔ بدر و دیگر غزوات ملازمت خدمت مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ می فرمود و عصابہ بر پیشانی بستہ بود کہ جلد ابروہائے او فرو نیفتد و چشم او را از دیدار باز نہ دارد حسین علیہ السلام چون نگریست کہ جابر آہنگ جنگ دارد فرمود شکر اللہ سعیک یا شیخ و جابر این شعر را بہ رجوزہ قرائت کرد:۔

قد علمت حقا بنو غفار — وخندف ثم بنو نزار

بنصرنا لاحمد المختار — یا قوم حاموا عن بنی الاطہار

الطیبین السادۃ الاخیار — صلی علیہم خالق الابرار

پس آغاز جنگ نمود و در پیش روئے امام علیہ السلام ہشتاد تن مرد رزم آزمائے را بخاک انداخت و خود نیز جائے بسپرداخت[1]

اب اس حکایت کے متعلق میں کیا کہوں۔ اگر صاحب ناسخ کچھ بھی تحقیقات سے کام لیتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ صحابہ میں اور خصوصاً جنگ بدر کے شریک ہونے والوں میں جابر بن عروہ غفاری کوئی شخص نہیں ہے۔

جو رجز درج کی گئی ہے اس کا پہلا شعر تقریباً بالکل وہی ہے جو عبداللہ بن عروہ غفاری کے حال میں درج ہوا۔

---

[1] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۸

لکھا ہے۔ اسی کا تتبع میں نے پہلے کیا ہے[۱] مگر زیارت شہداء میں "عزرہ" کے بجائے "عروہ" ہے اور ابن شہر آشوب نے بھی یہی لکھا ہے[۲] مولف ابصار العین بھی اسی کے موافق ہیں۔ علامہ مامغانی لکھتے ہیں کہ رجال شیخ کے بعض نسخوں میں "عبدالرحمن بن عزرہ" ہے اور منہج المقال کے ایک نہایت صحیح اور معتبر نسخہ میں بھی رجال شیخ سے یہی منقول ہے۔ لیکن خود رجال شیخ کے معتبر اور تصحیح شدہ نسخہ میں عروہ ہے اور تمام کتب سیر و مقاتل اسی پر متفق ہیں[۳]

صاحب مناقب نے عبداللہ بن عروہ کو "حملہ اولیٰ" کے مقتولین میں قرار دیا ہے۔

سپہر کاشانی نے عبداللہ اور عبدالرحمن کے تذکرہ کے بجائے یہ جدت آفرینی کی ہے کہ ان اصحاب کی فہرست میں جن کا ذکر بحار اور دوسری کتابوں میں نہیں ہے محمد بن مطاع کی شہادت کے بعد جابر بن عروہ غفاری" کی جنگ درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"از پس او چنانکہ در شرح شافیہ مرقوم است و ابو مخنف حدیث می کند جابر بن عروہ غفاری کہ مردے سالخوردہ دیار سا بود و در

---

[۱] محاربہ کربلا صفحہ ۴۹ ۔ [۲] مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۹۹ [۳] تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۴۶

زیارت شہداء میں جیسے ناسخ نے درج کیا ہے السلام علی حنظلہ بن اسعد الشیبانی لکھا ہے[1] - یہ بھی غلط ہے۔ صحیح "شبامی" ہے جیساکہ زیارت کے دوسرے نسخوں میں موجود ہے - بنو شبام قبیلہ ہمدان کی شاخ تھے[2]

اوصاف حنظلہ شیعیان کوفہ میں سے نام آور اور خوش تقریر بہادر اور حافظ قرآن تھے - اُن کے ایک فرزند علی تھے جن کا ذکر تاریخ میں موجود ہے[3] - میں نے تذکرۂ حفاظ شیعہ میں اُن کا حال اسی لئے درج کیا ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے[4]

حنظلہ امام کے پاس حضرت کے کربلا وارد ہونے کے بعد پہنچے اور امام نے گفتگوئے صلح کے دوران میں اکثر اُن کو عمر سعد کے پاس نامہ و پیام کے ساتھ بھیجا ہے -

تقریر روز عاشور ظہر کے بعد جب اصحاب میں سے بہت سے افراد شہید ہو چکے ہیں تو وہ امام کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور فوج کوفہ کو مخاطب کرکے بآواز بلند کہنے لگے -

یا قوم انی اخاف علیکم   اے میری قوم کے لوگو مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے

---

[1] ناسخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۳ - [2] ابصار العین صفحہ ۷۰ - [3] ابصار العین صفحہ ۷۰ -

[4] تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اوّل صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۱۵۶

شرح شافیہ بالکل مجہول ہے۔ اور ابو مخنف کی نہ معلوم یہ کس طرح کی حدیث ہے جس کی خبر نہ طبری کو تھی اور نہ ابن شہر آشوب کو نہ علامہ مجلسی کو۔ اور براہ راست صرف صاحب ناسخ کو اس کی اطلاع ہو سکی۔

(۱۱)

(۴۷) عبدالرحمن بن عروہ غفاری

وہ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور ان ہی کے ساتھ میدان جہاد میں نکلے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ زیارت شہدا میں بھی ان دونوں بھائیوں پر ساتھ ساتھ سلام کیا گیا ہے۔

السلام علی عبد اللہ و عبد الرحمن ابنی عروۃ بن حراق الغفاریین

(۱۲)

(۴۵) حنظلہ بن اسعد شبامی

نام و نسب: حنظلہ بن اسعد بن شبام بن عبداللہ بن اسعد بن حاشد ابن ہمدان الہمدانی الشبامی۔

سپہر کاشانی نے حنظلہ بن اسعد شامی لکھا ہے[۱]۔ یہ بالکل غلط ہی

[۱] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۱۔

قتل بھی کر چکے ہیں"۔ حنظلہ نے کہا حضور صحیح فرماتے ہیں۔ حضور سے بڑھ کر ان باتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اچھا پھر ہم بھی نہ جائیں خدا کی طرف اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوں؟

اذن جہاد ان الفاظ میں حنظلہ نے اجازت جنگ طلب کی تھی۔ امام نے فرمایا "جاؤ دنیا و آخرت کی نیکی اور ایسی سلطنت کی طرف جس کو زوال نہیں ہے"۔

شہادت حنظلہ نے رخصتی سلام کیا۔ میدان جنگ میں گئے۔ لڑے اور شہید ہو گئے۔[1]

(۱۳)

(۷۶) سیف بن حارث بن سریع بن جابر ہمدانی

یہ اور مالک بن عبد بن سریع جن کا ذکر ابھی ان کے بعد آئیگا دونوں آپس میں چچا زاد بھائی اور ایک ماں کی اولاد تھے اور کربلا میں اُن دنوں میں جب صلح کی گفتگو ہو رہی تھی آ کر امام کے ساتھ ملحق ہوئے۔[2] انکا غلام شبیب بھی ان کے ساتھ تھا۔[3]

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۴۔ [2] تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۔ [3] ابصار العین صفحہ ۷۸۔

مثل یوم الاحزاب مثل دأب	اُس دن کا جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا
قوم نوح و عاد و ثمود والذین	جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور اُن کے بعد
من بعدھم وما اللہ یرید ظلما	والوں کا انجام ہوا اور خدا بندوں پر ظلم نہیں
للعباد و یا قوم انی اخاف	کرتا بلکہ اُن کی بداعمالیوں ہی کا بدلا دیتا ہے
علیکم یوم التناد	اے میری قوم میں تمھارے لئے اندیشہ رکھتا
یوم تولون مدبرین مالکم	ہوں قیامت کے دن سے جس وقت تم اس دنیا سے
من اللہ من عاصم	پشت پھراؤ گے اور کوئی تمھارا بچانے والا خدا
ومن یضلل اللہ فما	کے عذاب سے نہ ہوگا اور جس کی ہدایت سے خدا ہاتھ
لہ من ھاد	اُٹھائے اُس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں
یا قوم لا تقتلوا حسینا	ہے۔ اے میری قوم والو! حسین کو قتل نہ کرو
فیسحتکم اللہ بعذاب	نہیں تو خدا تم پر عذاب نازل کریگا اور جھوٹ
وقد خاب من افتریٰ۔	کہنے والے کا انجام ناکامی ہے

دشمن پر ایسی تقریروں سے اثر ہی کب ہوتا تھا۔ امام نے پکار کر فرمایا" اے ابن سعد! خدا اپنی رحمت تمھارے شامل حال کرے۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق تو اُسی وقت ہو گئے جب انھوں نے حق کی بات کو قبول نہ کیا اور تم لوگوں کے خلاف فوج کشی کی۔ چہ جائیکہ اب ؟ اب تو یہ تمھارے بہت سے نیک ساتھیوں کو

(۱۴)

(۷۷) مالک بن عبد بن سریع

ان کا ذکر ابھی ان کے چچا زاد بھائی اور ماں کے فرزند سیف بن حارث بن سریع کے حال میں ہو چکا ہے۔

یہ دونوں بھائی ساتھ ہی آئے ساتھ ہی امام سے رخصت ہوئے اور ساتھ ہی لڑ کر شہید ہوئے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں اُن کو "مالک بن سریع" کے نام سے درج کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سریع اُن کے دادا تھے۔[1] اُن کے باپ کا نام طبری نے عبد لکھا ہے[2]۔ اور تنقیح المقال میں بھی اسی کی موافقت کی گئی ہے۔ مگر ابصار العین میں "مالک بن عبداللہ بن سریع" ہی زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں بھی یہی ہے۔ مگر صاحب ناسخ نے جو اس زیارت کو درج کیا ہے تو السلام علی مالک بن عبد بن سریع نقل کیا ہے[3]۔

---

[1] تنقیح المقال ج ۳ ص ۴۹ ۔ [2] طبری ج ۶ ص ۲۵۳ ۔

[3] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۱۴ ۔

روزِ عاشورہ جب بازارِ شہادت گرم ہوگیا تو دونوں جوان امام کی خدمت میں آئے اور زار زار بیک کھڑے ہو کر رونے لگے۔ یہ اُن کے دل کی بیچینی تھی جس نے الفاظ کو سرشکِ غم کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اُن کے منہ سے رنج کی وجہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ مگر کیا کہنا امام کے اطمینانِ قلب کا۔ آپ نے فرمایا کیوں میرے بھائی کے فرزند روتے کیوں ہو؟ دیکھو تھوڑی دیر میں تمہیں خوشی ہی خوشی کے سامان مہیا ہونگے۔

دونوں نے عرض کیا "ہماری جان آپ پر قربان۔ ہم اپنے لئے تھوڑی روتے ہیں ہمیں تو آپ کی بیکسی پر رونا آرہا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے اور ہم سے آپ کی حفاظت کا امکان نہیں رہا ہے۔

حضرت نے فرمایا خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے اے میرے بھائی کے فرزندو۔ تمہارے اس صدمہ پر جو میری وجہ سے ہے اور اس ہمدردی پر جو تمہیں میرے ساتھ ہے خدا تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔[۱]

حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت کے بعد ان دونوں آدمیوں نے امام کو سلام رخصت کیا اور لڑ کر شہید ہوئے۔[۲] انکے غلام شبیب کی شہادت کا ذکر حملہ اولیٰ کے شہدا میں ہو چکا ہے۔[۳]

---

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۳ [۲] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۴ [۳] شہدائے حملۂ اول صفحہ ۶۴

مسلم کی مدد

جناب مسلم بن عقیل امام کی طرف سے نمائندہ ہو کر کوفہ آئے تو ابو ثمامہ صائدی اُن ممتاز افراد میں سے تھے جنھوں نے آپ کی گرمجوشی کے ساتھ تائید کی۔ جناب مسلم نے اُنکے ذمہ یہ خدمت سپرد کی تھی کہ وہ زر اعانت اپنے پاس جمع کریں اور اسلحۂ جنگ کی خریداری کریں اس لئے کہ وہ اس امر میں بڑی واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب معقل غلام ابن زیاد نے فریب کاری سے جناب مسلم کی خدمت میں پہونچکر جو کچھ رقم لایا تھا وہ پیش کی تو اُسے جناب مسلم نے ابو ثمامہ ہی کے سپرد کیا جو کہ اس کام پر خصوصیت کے ساتھ معیّن تھے۔[۱]

جب ہانی بن عروہ گرفتار ہوئے اور جناب مسلم حالت کے تقاضا سے مجبور ہو کر جنگ پر آمادہ ہوئے۔ جناب مسلم نے فوج کو مرتب کیا تو عبید اللہ بن عمرو بن عزیز کندی کو کندہ و ربیعہ کے دستہ کا افسر کیا اور اُن سے کہا کہ تم آگے آگے سواروں کی جماعت کے ساتھ جاؤ۔ مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج و اسد کا افسر کیا اور انھیں پیادوں میں جانے کا حکم دیا اور ابو ثمامہ صائدی کو تمیم و ہمدان کی افسری عطا کی۔[۲]

---

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۴ ۔ [۲] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۷

(١٥)

(٧٨) ابُو ثمامہ صائدی

نام ونسب عمر بن عبداللہ بن کعب الصائد بن شرحبیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن حاشد بن جشم بن حیزون بن عوف بن ہمدان الہمدانی الصائدی ۔ ابو ثمامہ اُن کی کنیت تھی[١]۔ عام طور پر لوگ "ابو ثمامہ صیداوی" کہتے ہیں ۔ یہ بالکل غلط ہے ۔ ابو ثمامہ صحیح ہے ۔ اور "صیداوی" کے بجائے "صائدی" درست ہے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں "عمرو بن عبداللہ انصاری" درج کیا ہے ۔ اس میں وہ متفرد ہیں ۔ دوسرے تمام مورخین "صائدی" لکھتے ہیں بنوصائد قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھے[٢]۔

اوصاف وہ عرب کے شہسواروں میں سے اور فرقہ شیعہ کے ممتاز افراد میں سے تھے[٣]۔ امیر المومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے ۔ اور حضرت کے ساتھ آپ کے زمانہ کی تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے ۔ آپ کے بعد امام حسنؑ کی صحبت اختیار کی اور حضرت کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد وہ کوفہ ہی میں قیام پذیر رہے[٤]۔

---

[١] ابصار العین ص٦٩ ۔ [٢] تنقیح المقال ج ٢ ص٣٣٣ ۔ [٣] طبری ج ٦ ص٢٠٤ ۔ [٤] ابصار العین ص٦٩ ۔

اُس نے کہا یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تو پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگ سننا پسند کرو گے تو میں پیغام پہونچا دونگا۔ نہیں تو واپس جاؤنگا۔" ابوثمامہ نے کہا" اچھا میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں۔ پھر تم جو کہنا چاہتے ہو وہ کہو" اُس نے کہا نہیں یہ بھی نہیں ہوگا تمھیں میری تلوار کو چھونا تک نہیں مل سکتا۔" ابوثمامہ نے کہا پھر میں وہاں تو نہیں جانے دونگا۔ جو کچھ کہنا ہو مجھ ہی سے کہہ دو۔ میں اُسے تمہاری جانب سے امام تک پہونچا دونگا۔" وہ اس پر بھی آمادہ نہیں ہوا اور آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور وہ واپس چلا گیا۔ آخر دوسرا قاصد بھیجا گیا جس نے پیغام رسانی کے فرض کو انجام دیا[۱]

یہ ابوثمامہ کی محبت تھی امام کے ساتھ اور حضرت کی حفاظت کی فکر تھی۔

ممکن ہے جناب عباس کی طرف جو اس طرح کا واقعہ منسوب ہے اُسکی بھی کوئی اصلیت ہو لیکن تاریخ میں اُس کا پتہ نہیں ہے میں حُر کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔

نمازظہر ظہر کے قبل جنگ میں شدت ہو چکی تھی حملۂ اولیٰ میں

[۱] طبری ج ۶ ص ۲۳۳

خدمت امام میں حضوری جس وقت جناب مسلم کی شہادت یقینی ہو گئی تو ابو ثمامہ بھی مثل دوسرے اشخاص کے مخفی ہو گئے اور خفیہ طور پر کوفہ سے نکل کر نافع بن ہلال کے ساتھ روانہ ہوئے اور چونکہ امام مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو چکے تھے یہ لوگ راستے میں امام سے ملحق ہوئے لے

وفاداری عاشورہ کے قبل کسی رات کو عمر بن سعد نے امام کے پاس کثیر بن عبد اللہ شعبی کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ یہ شخص انتہائی سخت دل اور جاہل سفاک تھا۔ اُس نے پیغام لیجانے کے وقت ہی عمر بن سعد کے سامنے اپنی سختی و درشتی کا ان الفاظ میں اظہار کر دیا تھا کہ "میں جانے کو تیار ہوں اور اگر آپ کہئے تو میں اُن کو قتل ہی کر آؤں" عمر سعد نے کہا "نہیں" یہ منظور نہیں ہے بس تم جا کر اتنا دریافت کر لو کہ آپ کس لئے آئے ہیں۔ ابو ثمامہ نے جو اس کو آتے دیکھا امام سے عرض کیا کہ "دیکھئے! آپ کے پاس ایسا شخص آرہا ہے جو بدترین اہل زمین ہے اور سب سے زیادہ خونریز اور سفاک ہے"۔ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ "اپنی تلوار یہیں رکھ دو"

لے ابصار العین صفحہ ۶۹۔

ان لوگوں سے نماز کی مہلت طلب کرو[1]

شہادت کے ساتھ — نہیں کہا جا سکتا کہ ابو ثمامہ کی یہ تمنا کہ وہ نماز ظہر امام کے ساتھ پڑھ لیں پوری ہوئی یا نہیں۔

مہلت نماز کے مانگنے کے سلسلہ میں جنگ ہوگئی۔ حبیب بن مظاہر شہید ہوئے۔ زہیر بن قین اور حر نے مل کر جہاد کیا جس کے نتیجہ میں حر کی شہادت ہوئی۔

اس کے بعد طبری کے مطبوعہ نسخہ میں جو میرے سامنے ہے (الطبعۃ الاولی بالمطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ علی نفقۃ السید محمد عبد اللطیف الخطیب وشرکاہ) الفاظ یہ ہیں: وقتل ابو ثمامۃ الصائدی ابن عم لہ کان عدواً لہ ثم صلوا الظہر صلی بہم الحسین صلوٰۃ الخوف[2]۔

اس کا ترجمہ جو مجھ کو کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ "ابو ثمامہ صائدی نے قتل کیا اپنے ایک چچا زاد بھائی کو جو اُن کا دشمن تھا۔ پھر نماز ظہر ہوئی امام حسین نے اصحاب کے ساتھ نماز خوف کے طور پر نماز ادا کی"۔

اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ابو ثمامہ نماز ظہر میں شریک ہوئے۔ اسی لئے میں ابو ثمامہ کو نماز ظہر کے بعد کے مقتولین میں درج کر رہا ہوں۔

مؤلف ابصار العین نے ابو ثمامہ کو نماز میں تو شریک قرار دیا ہے مگر

---

[1] طبری ج ۶ صفحہ ۲۵۱۔ [2] طبری ج ۶ صفحہ ۲۵۲۔

پچاس آدمی شہید ہو چکنے ہی سے اصحاب امام کی تعداد بالکل کم ہو گئی تھی ۔ دشمن کو اب یہ فکر تھی کہ کسی طرح جنگ جلدی ختم ہو اور یہ مہم سر کر لی جائے ۔ قلت اور کثرت کے غیر متوازن فرق کی وجہ سے حالت یہ تھی کہ ادھر ایک یا دو بھی قتل ہوتے تھے تو نمایاں کمی پیدا ہوتی تھی ۔ اور اُدھر بہت قتل ہوتے تھے تب بھی کچھ پتہ نہ چلتا تھا ۔

اس حالت کو ابو ثمامہ نے دیکھا تو وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا " مولا میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اب آپ کے بالکل قریب آگئے ہیں اور یہ یقینی ہے کہ آپ تک کوئی آنچ نہ آنے پائے گی جب تک انشاء اللہ میں آپ کے سامنے قتل نہ ہو جاؤں ۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نماز جس کا وقت آگیا ہے آپ کے ساتھ پڑھ لوں پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں "۔

یہ تھا جذبۂ عمل اور شوق طاعت جو اتنے سخت موقع پہ نماز کا خیال اُن کے پیش نظر کئے ہوئے تھا

اسی کا نتیجہ تھا کہ امام نے تعریف کی اور فرمایا " تم نے اول وقت نماز کو یاد کیا ۔ خدا تم کو نماز گذاروں اور یاد رکھنے والوں میں محسوب کرے ۔ ہاں یہ اوّل وقت نماز کا ہے "۔

اس کے بعد حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ

نمازِ ظہر میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد قتل ہوئے بلکہ تاریخ صراحت کر رہی ہے کہ یہ نمازِ ظہر کے قبل کا واقعہ ہے اور نماز اس کے بعد ہوئی ہے۔

(۱۶)

(۷۹) جونؑ غلامِ ابوذر غفاری

نام و نسب جون بن حوی بن قتادة بن الاعور بن ساعدة بن عوف بن کعب ابن حوی مولیٰ ابی ذر الغفاری[۱]

طبری کے مطبوعہ نسخہ میں اس واقعہ کے ذیل میں جو امام زین العابدینؑ کی زبانی آئندہ ذکر ہوگا "حوی مولیٰ ابی ذر" لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ زیارت شہدا جو ناسخ میں درج کی ہے اس میں ہے۔ السّلام علی عون بن حوی مولیٰ ابی ذر الغفاری[۲] یہ بھی بظاہر چھاپہ کی غلطی ہے۔ ابن شہر آشوب نے "عمرو بن مطاع جعفی کی جنگ کے بعد لکھا ہے۔ ثم برز جوین بن ابی مالک مولیٰ ابی ذر مرتجزا کیف تری الفجار ضرب الاسود الخ"

(یعنی پھر جوین بن ابی مالک جو ابوذر کے غلام تھے میدان جنگ میں آئے یہ رجز پڑھتے ہوئے کہ دیکھو فاسق و فاجر لوگ کیسا دیکھیں گے شمشیر زنی کو ایک حبشی غلام کی[۳]

---

[۱] تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ ۔ [۲] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۲ ۔ [۳] مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵ ۔

وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد ابو ثمامہ نے امام سے عرض کیا کہ "فرزند رسول اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے جا کر ملحق ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں باقی رہ جاؤں اور آپ میرے سامنے شہید ہو جائیں"۔ امام نے فرمایا اچھا آگے بڑھو ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں۔ ابو ثمامہ آگے بڑھے اور کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گئے اس کے بعد اُن کے الفاظ یہ ہیں:-

فقتلہ قیس بن عبد اللہ الصائدی ابن عم لہ کان لہ عدوّا و کان ذلک بعد قتل الحر"

اُن کو قیس بن عبداللہ صائدی اُن کے چچازاد بھائی نے جو اُن کا دشمن تھا قتل کیا اور یہ حر کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے"۔[1]

یہ طبری کے گذشتہ فقرہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ابو ثمامہ صائدی مقتول ہیں اور اُن کا چچازاد بھائی قاتل۔ اور طبری کی عبارت اصل میں یوں ہونا چاہئے کہ "قتل بابی ثمامۃ الصائدی ابن عم لہ الخ"۔

اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ پھر اس کے بعد کہیں ابو ثمامہ کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ابو ثمامہ

---

[1] ابصار العین صفحہ

اکیلے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس جون غلام ابوذر غفاری تھے جو آپ کی تلوار پر صیقل کر رہے تھے حضرت اس وقت یہ اشعار پڑھنے لگے۔

یادھر اف لک من خلیل کم لک بالاشراق والاصیل الخ[۱]

اس پورے درد انگیز واقعہ کو میں ۔نے "معرکہ کربلا" (صفحہ ۵۲-۵۰) میں لکھا ہے۔

طلب رخصت اور امام سے گفتگو

روز عاشور جب جنگ کے شعلے بلند ہوگئے تو جون نے امام سے جہاد کی اجازت مانگی حضرت نے فرمایا "میں تمہیں خصوصیت سے اجازت دیتا ہوں کہ تم میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ تم ہمارے ساتھ راحت کے لئے تھے۔ اب ہماری وجہ سے کوئی ضرورت نہیں کہ مصیبت میں مبتلا ہو۔"

وفادار غلام امام کے قدموں پر گر پڑا اور بوسے دینے لگا عرض کیا "فرزند رسول! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ راحت کے زمانہ میں تو آپ کے یہاں کے پیالے چاٹوں اور سختی میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم میرے جسم سے بدبو آتی ہے اور میرا حسب و نسب پست ہے اور میرا رنگ سیاہ ہے۔ آپ اپنے صدقہ میں مجھے جنت کا مستحق بنا دیجئے کہ میری بو خوشبو سے بدل جائے اور میرا حسب شریف ہو جائے اور میرا رنگ سفید ہو جائے

---

[۱] طبری جلد ۶ ص ۲۳۹

یہ ایک بہت بڑا اشتباہ ہے جس کی طرف میں نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے[1] جون بن مالک بن قیس بن ثعلبہ تیمی، اصحاب امام حسینؑ میں سے ایک بزرگوار تھے جو حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ صاحب مناقب نے اُن کو جون غلام ابی ذر کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔

ابتدائی حالات

جون حبشی تھے اور فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی ملکیت میں تھے، امیرالمومنینؑ نے ڈیڑھ سو اشرفی کو انھیں خرید فرمایا اور ابوذر غفاری کو ہبہ کیا کہ اُن کی خدمت کریں۔ وہ جناب ابوذر کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ انھیں "ربذہ" کی طرف شہر بدر کیا گیا۔ باوفا غلام اُن کے ساتھ گیا۔ جب ۳۲ھ میں ابوذر کا انتقال ہو گیا تو وہ مدینہ واپس آ گیا۔ اور امیرالمومنینؑ کی خدمت میں رہنے لگا۔ اور حضرت کی شہادت کے بعد امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کے پاس رہا[2]

کربلا کے حالات میں جون کا تذکرہ عاشورہ سے قبل نویں محرم کی شام کے حال میں ملتا ہے جسے امام زین العابدینؑ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی جناب زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں، اس وقت میرے پدر بزرگوار اپنے اصحاب سے علیحدہ ایک

۱؎ ... ۲؎ ... کربلا حصہ اول ص ۵۷ ۔ تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۳۸ ۔

شیخ صدوق نے خصائل میں امام محمد باقرؑ کی زبانی امام زین العابدینؑ کی حدیث درج کی ہے کہ جب بنی اسد شہداء کو دفن کرنے قتلگاہ میں آئے تو جون کے جسم سے مشک کی خوشبو آرہی تھی لہ

(۱۷)

(۸۰) غلام ترکی

نام "غلام ترکی" کی شہادت امام کے ساتھ اکثر کتب میں مذکور ہے لیکن اُس کے نام کی تعیین انتہائی دشوار ہے۔ ابن شہر آشوب نے صرف اتنا لکھا ہے کہ روی انہ برز غلام ترکی للحسین وجعل یقول۔

"روایت میں ہے کہ ایک ترکی غلام امام حسین کا میدان جنگ میں آیا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا ۲ے

اس میں نہ تو اُس کا نام ہے اور نہ کچھ ابتدائی حالات۔

علامہ مجلسی نے عبداللہ و عبدالرحمٰن غفاریین کی شہادت کے بعد لکھا ہے:۔ ثم خرج غلام ترکی للحسین وکان قاریا للقرآن فجعل یقاتل ویرتجز ویقول۔

"پھر ایک ترکی غلام حضرت کا میدان میں نکلا جو حافظ قرآن تھا وہ جنگ کرنے لگا اور

لہ تنقیح المقال ج ا ص ۲۳۸۔ ۲ے مناقب ج ۴ ص ۹۵

بخدا میں آپ سے جدا نہ ہونگا جب تک کہ یہ سیاہ خون آپ لوگوں کے سفید خون میں مل نہ جائے۔

آخر امام نے جہاد کی اجازت دی۔[1]

جنگ اور شہادت

بہادر غلام میدان جنگ میں آیا اور یہ رجز پڑھنا شروع کیا۔

کیف تری الفجار ضرب الاسود بالمشرفی والقنا المسدد
یذب عن آل النبی احمد

"ذرا گناہگار دیکھیں تو ایک سیاہ غلام کی جنگ کو شمشیر و نیزہ کے ساتھ، جب کہ وہ آل رسول کی امداد میں مصروف ہے"۔

اس نے جنگ کی اور شہادت حاصل کی۔[2]

امام کی دعا

حضرت کے دل میں غلام کے الفاظ اثر کر گئے تھے۔ آپ لاش پر تشریف لائے اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:-

"اللھم بیض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار وعرف بینہ وبین محمد وآلہ۔

"پروردگار اس کے چہرہ کو روشن کر دے اور اس کی بدبو کو خوشبو سے مبدل کر دے اور اسے اچھے آدمیوں کے ساتھ محشور فرما اور اس میں اور محمد اور آل محمد کے درمیان شناسائی قرار دے۔

[1] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۲۔ [2] ابصار العین ص ۱۰۵۔

اس سے حسب ذیل خصوصیات کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اُس کا نام اسلم بن عمرو ہے (۲) امام حسینؑ نے اس کو حضرت حسنؑ مجتبیٰ کی وفات کے بعد خرید فرمایا تھا اور اپنے فرزند زین العابدینؑ کو ہبہ کیا تھا (۳) اُس کا باپ عمرو ترکستان کا رہنے والا تھا (۴) وہ امام کے پاس خطوط وغیرہ کی کتابت کا کام انجام دیتا تھا (۵) وہ حافظ قرآن بھی تھا۔

اس آخری خصوصیت کی بنا پر میں نے اُس کا ذکر حفاظ قرآن کے حالات میں بھی کیا ہے [۱]

شیخ محمد سماوی نے اسلم بن عمرو کو بھی درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ امام حسینؑ کا غلام تھا اور اُس کا باپ ترکی تھا۔ وہ میدان جنگ میں آیا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

امیری حسین ونعم الامیر سرور فؤاد البشیر النذیر

"میرے امیر حسینؑ ہیں اور وہ بہترین امیر ہیں جو پیغمبر خدا کے دل کے چین ہیں"

وہ جنگ کرکے زخمی ہوا اور زمین پر گرا۔ امام اُس کے سرہانے آئے اور اُسکو گلے سے لگا لیا اور رخسارہ اپنا اُس کے رخسارہ پر رکھا۔ وہ مسکرایا اور جان بحق تسلیم ہوا [۲]

---

[۱] تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول ص۱۶۔ [۲] ابصار العین ص۵۳ و ۵۴

یہ رجز پڑھ رہا تھا [1]

اس سے اتنا زیادہ معلوم ہوا کہ وہ حافظ قرآن تھا۔

سپہر کاشانی نے اتنا لکھا ہے کہ:۔

"حسین علیہ السلام را غلام ترکی بود۔ در بحر اللئالی مسطور است کہ آن غلام را سید الشہداء علیہ السلام ابتیاع نمود و بفرزند خود زین العابدین علیہ السلام ہبہ فرمود" [2]

اس میں بھی نام مذکور نہیں ہے لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ اُسے حضرت نے خرید فرما کر اپنے فرزند امام زین العابدینؑ کو ہبہ کیا تھا۔

علامہ مامقانی نے لکھا ہے

اسلم بن عمرو مولی الحسین علیہ السّلام وقد ذکر اھل السیر المقاتل انّہ ع اشتراہ بعد وفاۃ اخیہ الحسنؑ ووھبہ لابنہ علی بن الحسینؑ و کان ابوہ عمرو ترکیّا وکان اسلم کاتبا عند الحسینؑ فی بعض حوائجہ فلمّا خرج الحسینؑ من المدینۃ الی مکّۃ کان اسلم ملازما لہ حتّی اتی معہ کربلا فلمّا کان الیوم العاشر وشبّ القتال استاذنہ علیہ السلام وکان قارئا للقرآن [3]

---

[1] بحار الانوار جلد ۱۰ صـ۱۹۹ ـ [2] ناسخ التواریخ جلد ۲ صـ۲۷ ـ

[3] تنقیح المقال جلد ۱ صـ۱۲۵ ـ

مجہول کتاب ہے جو ایک بدی المذہب مصنف کی تالیف ہے اعتماد مشکل ہے۔ اگر وہ جنادہ بن حارث کا غلام ہوتا تو اسی ابتدائی موقع پر جس میں اُس قافلہ کے تمام افراد اجتماعی طور پر جنگ کر کے شہید ہوئے تھے یہ بھی شہید ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔ اُس کی شہادت کے بعد امام نے جو برتاؤ اُس کے ساتھ کیا ہے وہ بھی ایک خاص خصوصیت کا پتہ دیتا ہے۔

جنگ اور شہادت

اس بنیاد پر کہ امام نے یہ غلام اپنے فرزند زین العابدینؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ روضۃ الاحباب کی یہ روایت بالکل قرین قیاس ہے کہ جب امام سے اُس نے اجازت جہاد مانگی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خیمہ میں جا کر سید سجادؑ سے اجازت حاصل کرو۔ غلام گیا اور زین العابدینؑ سے اجازت حاصل کی پھر تمام اہل حرم کو سلام رخصت کر کے وہ میدان جنگ میں آیا[1]

اُس نے یہ رجز پڑھنا شروع کیا۔

البحر من طعنی وضربی یصطلی والجو من نبلی وسھمی یمتلی

اذا حسامی فی یمینی ینجلی ینشق قلب الحاسد المبجل

"سمندر میرے نیزہ و شمشیر کی گرمی سے آگ لگ جائے اور فضا میرے تیروں کی پرواز سے مملو ہو جائے۔ جب میری تلوار میرے ہاتھ میں چمکتی ہے مغرور حاسد کا دل شگافتہ ہو جاتا ہے"

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۷۵۔

اس کے بعد پھر عنوان قائم کیا ہے: ۔ (واضح الترکی مولی الحرث المذحجی السلمانی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا نام "واضح" تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ وہ ترکی غلام بہادر اور حافظ قرآن تھا۔ اور حارث سلمانی کی ملکیت تھا اور جنادہ بن حارث کے ساتھ امام کی خدمت میں آیا تھا جیسا کہ صاحب حدائق وردیہ نے لکھا ہے۔

اور میرا خیال ہے کہ یہی "واضح" وہ ہے جس کے متعلق اہل مقاتل نے لکھا ہے کہ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

البحر من ضربی وطعنی یصطلی الخ ۔ [1]

میں پہلے اسی کا تتبع کر چکا ہوں مگر اس کی صحت میں شک ہوتا ہے اس بنا پر کہ اُس قافلہ میں جو "عذیب الہجانات" میں امام کی خدمت میں آیا تھا کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے کہ جنادہ بن حارث سلمانی کے ساتھ اُن کا کوئی غلام بھی تھا۔ ہاں بیشک عمرو بن خالد صیداوی کا غلام سعد اُن کے ساتھ تھا جس کا تذکرہ حصّہ اوّل میں ہو چکا ہے۔

غلام ترکی کے متعلق تمام ناقلین اس کے پہلے تقریباً متفق ہیں کہ وہ امام حسینؑ کا غلام تھا ۔ ان کے مقابلہ میں حدائق وردیہ ایسی

[1] ابصار العین صہ۵۵

بنو کاہل قبیلہ بنی اسد کی ایک شاخ تھے اور دودان بھی اس قبیلہ کی ایک شاخ ہے اس کا نام بھی حالات کے ذیل میں آپ کی نظر سے گذرے گا۔

زیارت شہداء میں جو تحفۃ الزائر میں درج ہے اور جسے سپہر کاشانی نے بھی نقل کیا ہے[1]۔ ان کا نام اس طرح ہے (السلام علی انس بن کاھل الاسدی) یہ اس اصول پر مبنی ہے کہ عرب میں کبھی انسان کی نسبت بحیثیت ولدیت اس کے دادا یا پردادا کی طرف دیدی جاتی ہے جیسے علماء میں ابن شہر آشوب یعنی محمد بن علی بن شہر آشوب۔ ابن بابویہ یعنی محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ۔ ابن طاؤس یعنی علی بن موسیٰ بن الحسن بن طاؤس وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح انس بن حارث بن نبیہ بن کاہل کو انس بن کاہل کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زیارت میں جن کا تذکرہ ہے وہ کوئی اور نہیں ہیں بلکہ وہی ہیں جن کا مورخین و محدثین نے ذکر کیا ہے لیکن آپ کو داد دینا ہوگی صاحب ناسخ کی تاریخی باریک نگاہی کی کہ انھوں نے انس بن کاہل کو ان اشخاص کی فہرست میں درج کیا ہے جنھیں مورخین و محدثین میں سے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے اور ان کا نام صرف اس زیارت

[1] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۳۱۴

اُس نے جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا[1]

امام زین العابدینؑ کو جو معلوم ہوا کہ آپ کا غلام مصروف کارزار ہے تو آپ کو اُس کی جنگ دیکھنے کا اتنا اشتیاق ہوا کہ فرمایا خیمہ کی قنات سامنے سے ذرا ہٹا دی جائے۔ اور آپ اُس کی جنگ ملاحظہ فرماتے رہے[2]

کچھ دیر لڑنے کے بعد وہ زخمی ہو کر گرا امام حسینؑ نے یہ قدر فرمائی کہ آپ سرہانے تشریف لائے اور اُس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اپنا رخسارہ اُس غلام کے رخسارہ پر رکھا۔ غلام نے آنکھ کھولی اور امام کی اس عزت افزائی کا مشاہدہ کیا تو لبوں پہ مسکراہٹ آئی اور روح جسم سے مفارقت کر گئی[3]

(۱۸)

(۸۱) انس بن حارث اسدی

نام و نسب انس بن حارث بن نبیہ بن کاہل بن عمرو بن صعب بن اسد بن خزیمہ اسدی کاہلی[4]

---

[1] مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۰۵۔ [2] ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۷۶۔ [3] تنقیح المقال جلد ا صفحہ ۱۲۵۔ [4] ابصار العین صفحہ ۵۵۔

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی نے بہت قوت کے ساتھ اس سے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اُن کی حدیث مرسل کیسے قرار دی جا سکتی ہے جبکہ اُس میں صاف مذکور ہے "سمعت رسول اللہ (یعنی) میں نے خود حضرت رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" اُنھیں صحابہ میں بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے جیسے بغوی، ابن سکن، ابن شاہین، دغولی، ابن زبیر، باوردی، ابن مندہ، ابو نعیم وغیرہ[۱] ابن اثیر جزری کا بیان ہے کہ ابو احمد عسکری بھی اُن کے صحابی ہونے سے متفق ہیں[۲]۔

خبر شہادت اشعث بن سحیم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے انس بن الحارث نے بیان کیا کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یقول ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لھا کربلا فمن شھد ذلک منکم فلینصرہ	میں نے حضرت رسولؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ میرا فرزند یعنی حسین زمین کربلا پہ قتل ہوگا۔ جو شخص تم میں سے اُس موقع پر موجود ہو وہ اُس کی نصرت کرے

یہ روایت اصابہ اور اسد الغابہ میں نقل کی گئی ہے اور استیعاب و تجرید اسماء الصحابہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شہادت یہ امر کہ وہ کربلا میں شہید ہوئے بالکل متفقہ حیثیت رکھتا ہے

---

[۱] اصابہ ج ۱ ص ۶۸ - [۲] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۲۳

ہی میں وارد ہوا ہے[۱]

ابن شہر آشوب نے قرہ بن قرہ غفاری کے بعد لکھا ہے کہ مالک بن انس کاہلی میدان جنگ میں آئے[۲]

صاحب ناسخ نے بھی اس کا تتبع کیا ہے مگر آخر میں لکھا ہے :-

"ابن زنا گویند نام ایں مجاہد مالک بن انس نیست بلکہ انس بن حارث الکاہلی است"[۳]

غنیمت ہے کہ صاحب ناسخ نے ہلال بن نافع اور نافع بن ہلال کی طرح ان دونوں ناموں کے دو شخص قرار نہیں دئیے بلکہ یہ سمجھ گئے کہ یہ انس بن حارث کاہلی ہی ہیں جنھیں غلطی سے مالک بن انس کاہلی لکھا گیا ہے۔ مناقب میں جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اس طرح کی غلطیاں بہت ہیں۔

صحابیت ابن عبدالبر قرطبی نے انھیں اصحاب رسول میں درج کیا ہے[۴] حافظ ذہبی نے بیشک اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے:-

لا صحبة له وحديثه مرسل قال الازدي له صحبة فوهم.	انھیں صحبت رسول کا شرف نہیں حاصل تھا اور ان کی حدیث مرسل ہے ازدی کا یہ کہنا کہ وہ صحابی تھے درست نہیں ہے[۵]

---

[۱] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۶ ۔ [۲] مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵ ۔ [۳] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۶ ۔ [۴] استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۱ ۔ [۵] تجرید اسماء الصحابہ مطبوعہ حیدرآباد

اور رسول اللہ ص کے ساتھ بدر وحنین میں شریک ہو چکے تھے جب روزِ عاشور اُنھیں اجازت جہاد حاصل ہوئی تو اُنھوں نے عمامہ سے اپنی کمر چست باندھی اور اپنی بھوؤں کو جو آنکھوں پر لٹک آئی تھیں اونچا کر کے رومال سے باندھا۔ امام اُن کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے اور دعائے خیر دے رہے تھے (شکر اللہ لک یا شیخ) [1]

فاضل سماوی لکھتے ہیں کہ وہ میدانِ جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

قد علمت کاھلہا ودودان والخندفیون وقیس عیلان

بان قومی آفۃ الاقران

"قبیلۂ کاہل اور دودان کے لوگ اور خندف اور قیس عیلان سب واقف ہیں کہ میری قوم کے بہادر میدانِ جنگ میں ہمسروں کیلئے بلائے جان ثابت ہوتے ہیں [2]

یہ وہی رجز ہے جو کچھ اضافہ کے ساتھ مالک بن انس کاہلی کی زبانی ناسخ میں درج ہوا ہے [3]

مگر یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مالک بن انس شہدائے کربلا میں کوئی نہیں تھے۔ یہ انس بن الحارث ہی کا ذکر ہے جو غلطی سے اس نام کے ساتھ درج ہوا ہے۔

---

[1] تنقیح المقال جلد ۱ ص ۱۵۴۔ [2] ابصار العین ص ۵۶۔ [3] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۶۳۔

ابن عبد البر نے استیعاب میں اُس کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے۔

قال البخاری انس بن الحارث قتل مع الحسین بن علی۔ بخاری کا قول ہے کہ انس بن حارث حسین بن علی کے ساتھ قتل ہوئے۔

مذکورہ بالا حدیث درج کرنے کے بعد اُسی کے راوی کی زبانی درج کیا ہے۔

فخرج ابن الحارث الی کربلا فقتل بہا مع الحسین۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انس بن حارث کربلا گئے اور وہاں حسین کے ساتھ قتل ہوئے۔

اسد الغابہ میں بھی یہ موجود ہے یہاں تک کہ ذہبی جو اُن کی صحابیت کے منکر ہیں اس امر سے متفق ہیں کہ وہ امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔ ہمارے علماء میں سے شیخ الطائفہ نے کتاب الرجال میں اصحاب رسول اللہ میں اُن کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

انس بن الحرث قتل مع الحسین علیہ السلام۔ انس بن حارث امام حسینؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔

زیارت شہداء میں بھی جن الفاظ میں اُن پر سلام مذکور ہے وہ اس کے پہلے درج ہو چکے ہیں۔

علامہ مامغانی یہ روایت درج کرتے ہیں کہ وہ بہت کبیر السن تھے

امام کے ساتھ ساتھ تھے۔ راستے کے واقعات میں انکا ذکر آتا ہے۔

خزانۃ الادب الکبریٰ میں لکھا ہے کہ جب امام قصر بنی مقاتل پہونچے حضرت نے ایک خیمہ دیکھا جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن حر جعفی کا ہے حضرت نے حجاج بن مسروق جعفی اور یزید بن مغفل جعفی کو اُن کے پاس بلانے کیلئے بھیجا یہ دونوں آدمی گئے پیغام پہونچایا اور پھر اُس کا جواب لائے جس کے بعد امام خود عبداللہ سے ملاقات کو تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی یہ دونوں شخص حضرت کے ساتھ ساتھ تھے [۱]

اُس موقع پر جب حر کے لشکر سے ملاقات ہوئی ہی نماز ظہر کا وقت آیا اُس وقت بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ امام نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا [۲]

روز عاشور اُنھوں نے امام سے اذن جہاد حاصل کیا میدان میں جاکر رجز پڑھی بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے [۳]

زیارت شہدا میں اُن پر سلام موجود ہے (السّلام علی الحجاج بن مسروق الجعفی)

---

[۱] ابصار العین صفحہ ۹۰۔ [۲] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۸۔

[۳] مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵

وہ جنگ کرکے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

کمیت بن زید اسدی شاعر نے حبیب بن مظاہر کے ساتھ اُن کا تذکرہ اپنے شعر میں اس طرح کیا ہے:۔

سوی عصبۃ فیہم حبیب معفر　　قضی نحبہ والکاہلی مرمل

(یعنی) اس کے علاوہ بہت سے لوگ جن میں ایک حبیب تھے جو خاک و خون میں آلودہ ہوکر جان بحق تسلیم ہوئے۔ اور کاہلی تھے جو خون میں آغشتہ ہوئے۔" [1]

(۱۹)

(۸۲) حجّاج بن مسروق جعفی

جعف بن سعد العشیرہ کی اولاد میں سے کوفہ کے معزز شیعہ تھے اور امیر المومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے (جب) امام حسینؑ مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہوئے تو یہ کوفہ سے جاکر مکہ معظمہ میں حضرت کے ہمراہ رکاب ہوئے اور اوقات نماز میں اذاں کی خدمت انجام دینے لگے [2]

بعض لوگوں نے انھیں "رکابدار" بھی کہا ہے یعنی مرکب حاضر کرنا اور سواری کا اہتمام بھی انکے سپرد تھا [3]

جب امام مکہ معظمہ سے عراق کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو وہ وہیں سے

---

[1] ابصار العین ص۵۶۔ [2] ابصار العین ص۸۹۔ [3] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۲۷۰۔

انھوں نے لکھا ہے کہ عریب صحابی تھے اور تمام طبقات رجال میں مذکور ہیں اور اُن کے فرزند ابو عمرہ کو جو شہدائے کربلا میں ہیں ادراک یعنی کمسنی میں زیارت رسول کا شرف حاصل تھا اور حافظ ابن حجر کا یہ بیان ہے کہ اُن کے باپ عمرو بن عریب کو ادراک رسول کا درجہ حاصل تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خود اُن کا سن اتنا نہ تھا۔

زیاد بڑے عابد و زاہد شب زندہ دار اور تہجد گذار تھے اور شجاعت میں بڑے بلند پایہ۔ روز عاشور سخت جنگ کرنے کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے لہ

۲۱

(۸۴) سالم بن عمرو بن عبد اللہ مولی بنی المدینۃ الکلبی

بنو المدینہ قبیلہ کلب قضاعہ کی ایک شاخ تھے، مدینہ اُن کی ماں کا نام تھا جس کی طرف اُن کی نسبت ہے۔ زید بن حارثہ صحابی اور محمد بن سائب کلبی صاحب تفسیر بھی اسی نسل سے تھے

سالم اسی خاندان کے غلام تھے اور شیعیان کوفہ میں محسوب تھے۔ جناب مسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ اور مسلم کی شہادت کے بعد گرفتار کئے گئے مگر

لہ ابصار العین ص۸۰۔

(۲۰)

(۸۳) زیاد بن عریب ہمدانی

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں انکا نام و نسب اس طرح لکھا ہے۔

"ابو عامر زیاد بن عمرو بن عریب بن حنظلۃ بن دارم بن عبد اللہ بن کعب الصائد الہمدانی"۔ اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ واقعۂ کربلا میں قتل ہوئے اور اُن کے باپ کے لئے خدمت رسولؐ میں حضوری کا شرف حاصل تھا [۱]

مولف ابصار العین نے اُن کا نسب اس طرح لکھا ہے:-

"زیاد بن عریب بن حنظلۃ بن دارم بن عبد اللہ بن کعب الصائد بن شرحلیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن حاشد بن جشم بن حیزون بن عوف بن ہمدان ابو عمرۃ الہمدانی الصائدی۔

اس میں اور پہلی روایت میں اتنا اختلاف ہے کہ وہاں اُن کی کنیت ابو عامر مذکور تھی یہاں ابو عمرہ۔ وہاں عریب اُن کے دادا کا نام تھا یہاں باپ کا۔ وہاں کعب الصائد کے آگے جس کی طرف صائدی کی نسبت ہی سلسلۂ نسب مذکور نہ تھا یہاں ہمدان تک سلسلہ مذکور ہے۔

---

[۱] اصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۶

زیارت شہدا میں اُن پر حسب ذیل الفاظ میں سلام ہے:-

(السلام علی سالم مولی بنی المدنیۃ الکلبی)

(۲۲)

(۸۵) سعد بن حارث مولیٰ امیر المومنینؑ

وہ جناب امیرؑ کے غلام تھے حضرتؑ کے بعد امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کی خدمت میں رہے۔ ل۱

علامہ مامغانی لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت رسولؐ کے زمانہ کا بھی ادراک کیا اور امیر المومنینؑ کے زمانہ میں وہ پولس کے محکمہ کے افسر تھے اور آپ نے اُن کو آذربائجان کا حاکم بھی مقرر کیا تھا ل۲

وہ امام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ میں حضرتؑ کے ساتھ رہے اور پھر کربلا آئے اور روز عاشور اپنی جان امام پر نثار کی۔ ابصار العین میں ہے کہ وہ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے پھر صراحتہً مناقب ابن شہر آشوب کا حوالہ دیا ہے مگر مناقب میں اُنکا ذکر حملۂ اولیٰ کے شہدا میں موجود نہیں ہے۔ بیشک امیر المومنینؑ کے حالات میں انھوں نے آپ کے غلاموں کی فہرست میں لکھا ہے کہ:-

---

ل۱ ابصار العین ص۷۴ - ل۲ تنقیح المقال جلد ۲ ص ۱۲

اسی طرح موقع پاکر نکل گئے اور اپنی قوم میں مخفی ہو گئے۔ جب امام حسینؑ کی کربلا پہونچنے کی خبر سنی تو قبیلۂ کلب کے لوگوں کے ساتھ کربلا آئے اور امام حسینؑ کے انصار میں داخل ہوئے اور روز عاشور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[۵۱]

ابصار العین میں ہے قال السروی قتل فی اوّل حملۃ مع من قتل من اصحاب الحسین علیہ السلام۔

"سروی نے کہا ہے کہ وہ "حملہ اولیٰ" میں دیگر اصحاب حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے[۵۲]"

"سروی" سے مراد بظاہر صاحب مناقب ہیں اس لئے کہ اُن کا نام ہے "محمد بن علی بن شہر آشوب سروی مازندرانی"

مگر مناقب میں اُن کا نام "حملہ اولیٰ" کے شہدا کی فہرست میں مجھ کو نظر نہیں آیا۔ صاحب ناسخ نے بھی جو حملہ اولیٰ کے شہدا کی فہرست بالکل مناقب کے تتبع کے ساتھ لکھی ہے اُس میں بھی اُن کا نام نہیں ہے بلکہ صاحب ناسخ نے اُن کو اُن شہدا کی فہرست میں درج کیا ہے جن کو مؤرخین و محدثین نے ذکر نہیں کیا ہے اور اُن کے نام صرف زیارت شہدا میں وارد ہوئے ہیں[۵۳]

اس لئے میں نے شہدائے کربلا کے حصّہ اوّل میں اُنکا نام "حملہ اولیٰ" کے شہدا میں داخل نہیں کیا۔

---

۵۱ تنقیح المقال جلد ۲ ص ۵۔ ۵۲ ابصار العین ص ۱۰۱۔ ۵۳ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۷۹

(۲۴)

(۸۷) قعنب بن عمرو النمری

شیعیان بصرہ میں سے تھے۔ حجاج بن زید سعدی کے ساتھ امام کی خدمت میں آئے اور روز عاشور درجۂ شہادت پہ فائز ہوئے [۱]

زیارت شہدا میں اُن پر سلام کیا گیا ہے۔

بیشک اُن کے نام کے ساتھ کی نسبت میں نسخوں میں بڑا اختلاف ہے ابصار العین میں "نمری" تنقیح المقال میں ہی "نمیری" زیارت شہدا کے ایک نسخہ میں ہے "تملی" ناسخ میں جو یہ زیارت درج کی ہے وہاں ہے "تمری" اور اُن کا نام فہرست میں اُن شہدا کی جنھیں مورخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے مگر زیارت میں اُن کا نام مذکور ہے جب لکھا ہے تو وہاں ہے "نمیری"۔

(۲۵)

(۸۸) یزید بن ثبیط العبدی

ان کے دو فرزندوں کا تذکرہ اس کے پہلے حصۂ اول میں آیا ہے

[۱] ابصار العین ص ۱۲۵

"سعد اور نصر دو غلام آپ کے امام حسینؑ کے ساتھ قتل ہوئے"[1]
مگر حملۂ اولیٰ کی خصوصیت ثابت نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے حصۂ اول میں اُنکو
اُس فہرست میں درج نہیں کیا۔

(۲۲۳)

(۸۶) عمر بن جندب حضرمی

شیعیان کوفہ میں سے تھے۔ امیر المومنین کے ساتھ جمل اور صفین میں
شریک ہوئے۔ ۵۱ھ میں جب حجر بن عدی کا واقعہ درپیش ہوا تو یہ اُن کے
اعوان میں محسوب تھے اور اس لئے جب وہ گرفتار کر کے شام بھیجے گئے تو یہ
بھاگ کر مخفی ہو گئے یہاں تک کہ زیاد بن ابیہ ہلاک ہوا اُسوقت یہ
کوفہ واپس ہوئے۔

جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تو اُنھوں نے مسلم کی اعانت کی اور
مسلم کی شہادت کے بعد مخفی طور پر امام کی خدمت میں پہونچ گئے اور حضرت کے
ساتھ رہے یہاں تک کہ روز عاشور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[2]
زیارت شہدا میں اُن پر سلام موجود ہے صاحب ناسخ نے اُنکا نام اُن شہدا کے
ذیل میں درج کیا ہے جنکو مورخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے اور صرف زیارت میں اُنکا نام مذکور ہے۔

---

[1] مناقب جلد ۳ صفحہ ۱۶۲۔ [2] تنقیح المقال جلد ۲ ص ۳۲۷۔

ساتھ ہوگئے۔ امام عراق کے راستہ میں البطح کی منزل پر وارد ہوئے تھے جب یہ لوگ اس مقام پر پہونچے۔ اور امام کے خیمہ کی طرف شرف ملاقات حاصل کرنے کیلئے گئے۔ امام خود یہ سن کرکہ یہ لوگ آئے ہیں ملنے کے لئے دوسرے راستہ سے ان کے جائے قیام پر تشریف لیجا چکے تھے اور جب انھیں نہ پایا تو وہیں انتظار کے لئے بیٹھ گئے تھے۔ یہ لوگ مایوس ہوکر واپس ہوئے تو امام کو اپنے ہی یہاں بیٹھا پایا۔ اُس وقت کی ان کی خوشی کا اندازہ غیرممکن ہے۔ انھوں نے یہ آیت پڑھی (بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا) یعنی خدا کے فضل و رحمت سے مومنین کو خوش ہونا چاہیے اس کے بعد امام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور عزم نصرت کا اظہار کیا۔ امام نے دعائے خیر دی۔

روز عاشور یہ اپنے دونوں فرزندوں سمیت درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[1] اُن کے بیٹے پہلے حملۂ اولیٰ میں قتل ہوئے اور یہ خود اُسکے بعد جنگ کرکے شہید ہوئے[2]

(۲۶)

(۸۹) یزید بن زیاد بن مہاصر ابوالشعثاء کندی بہدلی

بنو بہدلہ قبیلہ کندہ کی ایک شاخ تھے۔ ابوالشعثاء اسی جماعت میں سے

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۰۔ [2] ابصارالعین صفحہ ۱۱۱۔

جن کے نام کے ساتھ "قیسی" لکھا گیا ہے۔ زیارت شہداء میں خود یزید کے نام کے ساتھ قیسی ہے بعض کتابوں میں انھیں "القیسی العبدی" لکھا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ قبیلۂ قیس عیلان سے نہ تھے بلکہ قبیلۂ عبد قیس کے تھے۔ اس لیے نسبت میں کبھی پہلے جزو کا لحاظ کیا جاتا ہے اور کبھی دوسرے کا

یزید بن ثبیط شیعیان بصرہ میں سے تھے اور ابوالاسود دوئلی (شاگرد امیر المومنینؑ) کے مصاحبین میں سے۔

جب امام حسینؑ مکہ سے بارادۂ عراق روانہ ہوئے ابن زیاد نے بصرہ کے گورنر کو یہ خط لکھا کہ بصرہ کے لوگوں سے ہوشیار رہنا کوئی شخص نصرت حسینؑ کے لئے جانے نہ پائے" مگر بصرہ میں عبد قیس کے قبیلہ کی ایک عورت ماریہ بنت منقذ بڑی پختہ شیعہ تھی۔ اسی کا مکان شیعیان بصرہ کے اجتماع کا مرکز تھا۔ یزید بن ثبیط نے امام کی نصرت کا ارادہ کیا۔ اُن کے دس فرزند تھے جن کو اُنھوں نے اپنے ساتھ چلنے کی ترغیب دی۔ دو اُن میں سے تیار ہوئے۔ عبد اللہ بن ثبیط اور عبید اللہ بن ثبیط (ان ہی دونوں کا تذکرہ حصہ اول میں ہوا ہے) جب ان کے ساتھیوں کو جو اُس مکان میں جمع ہوتے تھے معلوم ہوا۔ سب نے اُن کو خوف دلایا اور کہا کہ نکلنا مشکل ہے۔ مگر مجاہد راہ خدا کا ارادہ مستحکم تھا اُس نے جواب دیا کہ "جب میرے قدم باہر نکل گئے تو پھر میرا ملنا غیر ممکن ہے" کچھ اور لوگ بھی اُن کے

اس کے ساتھ طبری کی یہ روایت عجیب ہے کہ وہ عمر سعد کے ساتھ کوفہ سے اس فوج میں شامل ہو کر آئے تھے لیکن جب امام حسینؑ کے پیش کردہ صلح کے شرائط مسترد کئے گئے تو وہ آ کر امام حسینؑ سے مل گئے [۱]
وہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ اپنے گھٹنے ٹیک کر وہ امام کے سامنے بیٹھ گئے۔ طبری کے مطبوعہ نسخہ میں ہے:—

فرمی بمائة سہم ماسقط منہا خمسة اسہم "انھوں نے سو تیر پھینکے جن میں سے پانچ تیروں نے خطا نہیں کی۔"

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پچانوے ۹۵ تیروں نے خطا کی۔ یہ بالکل عجیب بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے بعد ہے۔ فلما رمی بھا قام فقال ماسقط منہا الا خمسة اسہم ولقد تبین لی انی قد قتلت خمسة نفر " جب وہ تیر لگا چکے تو کھڑے ہو گئے اور کہا کہ بس پانچ تیروں نے خطا کی ہے اور مجھے معلوم ہوا کہ میں نے پانچ آدمی قتل کئے۔

یہ عبارت بالکل بے معنی قرار پاتی ہے۔ مؤلف ابصار العین نے طبری ہی کا تتبع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ انھوں نے سو تیر لگائے جن میں سے پانچ نے خطا نہیں کی۔ اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ صرف پانچ نے خطا کی۔ یہ عبارتیں متضاد ہیں۔

---

[۱] طبری جلد ۶ ص ۲۵۵۔

ہیں۔ وہ شبعیان کوفہ میں سے شریف، بہادر اور جنگ آزما تھے۔ امام کی خدمت میں حر کی ملاقات سے پہلے پہونچے اور پھر ہمراہ رکاب رہے ہے ل۔

جب حر کی فوج نے امام کی مزاحمت کی اور آخر یہ طے پایا کہ ایک ایسے راستہ پر روانگی ہو جو نہ کوفہ جاتا ہے اور نہ مدینہ پہونچتا ہے۔ اور قافلہ روانہ ہوا اور نینوا کے حدود تک پہونچا تو ایک سوار کوفہ کی طرف سے آیا جو ابن زیاد کا خط لایا تھا حر کے نام۔ یہ مالک بن نسر بدی تھا۔

یزید بن زیاد بن مہاصر نے جو اس شخص کو دیکھا تو پہچانا چونکہ وہ بھی قبیلہ کندہ کا شخص تھا اس لئے انھوں نے اُس سے کہا کہ یہ تو نے کیا غضب کیا۔ اس کام کے لئے تو آیا" اُس نے کہا "میں نے تو اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔" ابو الشعثاء نے کہا کہ تو نے خدا کی تو نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کی اور اپنے نفس کی ہلاکت کا سامان مہیا کیا اور ہمیشہ کیلئے ننگ و عار اور آتش جہنم کا مستحق بنا۔

خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ وجعلنا منهم ائمة یدعون الی النار و یوم القیامة لا ینصرون "کچھ ایسے امام ہیں جو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور روز قیامت اُن کی کوئی فریاد رسی نہیں ہوگی۔"

"بیشک تیرا امام ایسا ہی ہے" ؎۲

ل ابصار العین صہ ۱۰۳۔ ؎۲ طبری ج ۶ صہ ۲۳۲۔

اختیار کرنے والا ہوں۔ ؎۱

آخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

صاحب ناسخ جن کی تاریخی عجائب آفرینیاں آپ کے سامنے بہت آ چکی ہیں انھوں نے اس مقام پر کمال کر دیا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے لکھا ہے:۔

"یزید بن زیاد بن شعثا بمیدان مبارزت آمد الخ ؎۲

پھر اسی صفحہ میں ابو عمرو نہشلی کی جنگ کے بعد لکھا ہے:۔

" آنگاہ یزید بن مہاجر کہ ابو الشعثا کنیت داشت از مردم بنی بہدلہ از طائفہ کندہ بمیدان آمد الخ ؎۳

پھر اس کے ایک صفحہ بعد ان لوگوں کی فہرست میں جو بحار وغیرہ عام کتابوں میں مذکور نہیں ہیں لکھا ہے:۔

نخستین زیاد مصاہر الکندی است عبد اللہ بن محمد رضا الحسینی در جلد دویم جلاء العیون از مولفات خود می نویسد کہ بعد از مالک بن انس زیاد بن مصاہر الکندی بر لشکر ابن سعد حملہ کرد الخ ؎۴

اب آپ دیکھئے کہ ابو الشعثا کنیت کے بجائے پہلی جگہ شعثا، دادا

؎۱ طبری جلد ۶ ص ۲۵۵ ۔ ؎۲ ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۶ ۔

؎۳ ناسخ جلد ۶ ص ۲۷۶ ۔ ؎۴ ناسخ جلد ۶ ص ۲۷۷ ۔

حقیقت منکشف ہوتی ہے اُس مقام پر سپہر کاشانی کی عبارت سے اُنھوں نے لکھا ہے :-

"او راہشت چوبہ تیر در کنانہ بود ایں جملہ را بسوئے اعدا کشاد وا دو پنج چوبہ تیر از سہام او خطا نہ کرد و پنج تن را بخاک افگند" لہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طبری میں چھاپہ کی غلطی سے "ثمانیہ" کے بجائے "مائۃ" ہوگیا ہے -

ہر مرتبہ تیر پھینکنے کے وقت وہ یہ شعر پڑھتے تھے

انا ابن بھدلہ　　فرسان العرجلہ

"(یعنی) میں قبیلۂ بہدلہ کا شخص ہوں جو میدان جنگ کے شہسوار ہیں"

امام اُن کو دعا دیتے تھے کہ اللّٰھم سدد رمیتہ واجعل ثوابہ الجنّۃ - "خداوندا تیر کو نشانہ پر پہونچانا اور اُس کا اجر و ثواب جنّت قرار دینا" جب تیر ختم ہوگئے تو وہ میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھی -

انا یزید و ابی مھاصر　　اشجع من لیث بغیل خادر

یارب انی للحسین ناصر　　ولابن سعد تارک وھاجر

(یعنی) میں یزید ہوں اور میرے باپ مہاصر تھے - میں شیر بیشہ سے زیادہ بہادر ہوں - خداوندا گواہ رہنا کہ میں حسین کا مددگار ہوں اور ابن سعد سے بے تعلق

لہ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۶

اگر نہ پہچانتے ہو مجھے تو پہچان لو کہ میں معقل کا فرزند ہوں ۔ میدان جنگ کا شہسوار اور مکمل اسلحہ رکھنے والا ہوں ۔ میرے ہاتھ میں تیز شمشیر رہتی ہے جس کو میں غبار جنگ کے اندر شہسوار دشمن کے سر پہ بلند کرتا ہوں "۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مرزبانی کے حوالہ سے ان اشعار کو نقل کیا ہے [1] زیارت شہداء میں اُن پر سلام مذکور ہے مگر چھاپہ اور کتابت کی غلطی سے کہیں تو "بدر بن معقل جعفی" ہے اور کہیں "زید بن معقل جعفی"

(۲۸)

(۹۱) رافع بن عبداللہ مولی مسلم الازدی

مسلم بن کثیر اعرج کا ذکر "حملہ اولی" کے شہداء میں ہو چکا ہے [2] ۔ رافع انہی کے غلام تھے ۔ اپنے مالک کے ساتھ کربلا میں آئے اور بعد ظہر جنگ کر کے شہید ہوئے [3]

سب سے آخری شہداء

(۲۹)

(۹۲) بشر بن عمرو بن الاحدوث الحضرمی الکندی

وہ اصل میں حضرموت کے رہنے والے تھے لیکن کندہ [illegible]

لے الاصابہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۲۶۷ ۔ [illegible] ۵۳ ۔ [illegible]

کا نام قرار دیا گیا اور دوسری جگہ ناصر کے بجائے مہاجر قرار دیکر باپ کے نام کے بجائے دادا کا نام رکھا گیا اور تیسری جگہ مہاصر کو بغیر کسی غلطی کے ولدیت بن ذکر کیا گیا اور صاحب ناسخ کا ذہن اس طرف کسی طرح منتقل نہ ہوا کہ یہ سب ایک ہی شخص کے نام کی تبدیلیاں ہیں کہ یہ انھوں نے تین مختلف شہید قرار دے لئے۔

(۲۷)

(۹۰) یزید بن مغفل جعفی کوفی

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے خریت بن راشد ناجی نے جب سرزمین اہواز میں خروج کیا ہے تو امیر المومنین نے معقل بن قیس کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا اُس میں یزید بن مغفل میمنہ فوج کے سردار مقرر ہوئے تھے [۱] مرزبانی نے معجم الشعراء میں اُن کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ تابعین میں محسوب ہیں۔ اُن کے باپ صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے روز عاشور امام حسینؑ کی نصرت کی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

ان تنکرونی فانا ابن المغفل ۔۔۔ شاک لدی الھیجاء وغیر اعزل

فی ملفی وجوب سیف منصل ۔۔۔ اعلوبہ الفارس وسط القسطل

---

[۱] ابصار العین ص۹۵

جب اُنھوں نے تم کو واپسی کی اجازت دی تم نے کہا کہ مجھے جیتے جی درندے کھا جائیں اگر میں آپ کو چھوڑوں اور دوسرے آنے جانے والے سواروں سے آپکا حال دریافت کروں اور آپ کی مدد سے خود ہاتھ روکوں۔ اس حالت میں جب کہ آپ کے مددگاروں کی تعداد کم ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

ابصار العین میں لکھا ہے (قال السروی انہ قتل فی الحملۃ الاولی)

"یعنی ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ وہ حملۂ اولیٰ میں قتل ہوئے" مجھے مناقب ابن شہر آشوب سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی کی روایت میں تصریح ہے:-

قال لما رأیت اصحاب الحسین اصیبوا وقد خلص الیہ والی اھل بیتہ ولم یبق معہ غیر سوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی وبشر بن عمرو الحضرمی۔

"ان کا بیان ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے سب اصحاب شہید ہو گئے اور اب تنہا وہ اور ان کے عزیز باقی ہیں اور انصار میں سوائے سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے اور کوئی نہیں ہے۔" [1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دو اصحاب میں تقریباً سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ تعجب ہے کہ مصنف ابصار العین نے سوید کے حالات میں اسے درج کرنے کے باوجود بشر کے حالات میں اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے۔

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۵

میں قیام رکھتے تھے اس لئے کندی کہے جاتے تھے۔ جب کربلا میں صلح کی گفتگو ہو رہی تھی اُس زمانہ میں وہ آکر انصار امام میں شامل ہوئے۔ روزِ عاشورہ اُنھیں خبر پہونچی کہ اُن کا فرزند عمرو رَے کی سرحد میں قید ہو گیا ہے۔ کہا خدا پر چھوڑتا ہوں میں اُس کو بھی اور اپنے تئیں بھی۔ بیشک اگر مجھے زندہ رہنا ہوتا تو یہ پسند نہ کرتا کہ وہ قید رہے۔ امام کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ تم میری بیعت سے آزاد ہو۔ جاؤ اور اپنے فرزند کی رہائی کی فکر کرو۔ باوفا مجاہد نے کہا کہ "مجھے جیتے جی درندے کھا جائیں اگر میں آپ سے جدا ہوں۔ یہ بھلا کہاں ممکن ہے"۔ حضرتؑ نے فرمایا اچھا اپنے فرزند محمد کو بھیجدو اور یہ قیمتی کپڑے لو۔ ان کی قیمت سے اُسکی رہائی کا سامان کیا جائے۔

حضرتؑ نے پانچ کپڑے مرحمت کئے جن کی قیمت ہزار اشرفی کے قریب تھی[1]

اس گفتگو کا ذکر اُن کی زیارت شہداء میں موجود ہے

السلام علی بشر بن عمرو الحضرمی شکر اللہ لک قولک للحسین وقد اذن لک فی الانصراف اکلتنی اذن السباع حیاً ان فارقتک واسئل عنک الرکبان واخذلک مع قلۃ الاعوان لا یکون ھذا ابداً "سلام ہو بشر بن عمرو حضرمی پر۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے تمہاری اُس گفتگو پر جو تم نے حسینؑ سے کی اُس وقت

[1] ابصار العین ص۱۰۳ ۔

ہو چکے تو سوید آگے بڑھے[1] اُنھوں نے جنگ کی اور زخمی ہو کر گرے۔ وہ اتنے بےحال تھے کہ سب سمجھے اُن کا کام تمام ہو گیا اور روح جسم سے مفارقت کر چکی ہے۔ مگر اُن میں جان باقی تھی جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اُنھیں ہوش آیا اور اُن کے کان میں آواز گئی کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ بیتاب ہو کر اُٹھے اُن کی تلوار لوگ لیجا چکے تھے ایک چھرا موجود تھا۔ اُنھوں نے اُس سے پاس والے جو دشمن تھے اُن پر حملہ کیا۔ آخر دشمن ٹوٹ پڑے اور اُن کا سر جسم سے جدا کیا۔[2]

بعض دوسرے شہداء کے نام جو مختلف کتابوں میں درج ہیں

مذکورہ بالا شہداء وہ ہیں جن کے نام زیارت شہداء میں درج ہیں یا مستند کتب اخبار و تواریخ سے اُن کی شہادت کی واقعہ کربلا میں تصدیق ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کچھ شہداء کے نام ہیں جو بعض کتابوں میں درج ہیں۔ میرے نزدیک وہ پورے طور سے ثابت نہیں ہیں اس لئے میں اُن کے اسماء حروف تہجی کی ترتیب سے لکھنے کے ساتھ اُن کی مختصر کیفیت اُس کتاب کے حوالہ سے جس میں اُنکا حال ہے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

[1] ابصار العین ص ۱۰۱ ۔ [2] طبری جلد ۶ ص ۲۶۰ ۔

(۳۰)

(۹۳) سوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی

ضعیف العمر عابد و زاہد اور بڑے نماز گذار تھے۔ لڑائیوں میں بھی شریک ہوئے تھے اور کارنمایاں انجام دے چکے تھے۔ شیخ طوسی نے رجال میں اُن کو اصحاب امام حسینؑ میں درج کیا ہے[1]

روز عاشورہ وہ شریک جنگ تھے۔ اور ابھی آپ ضحاک بن عبداللہ مشرقی کی روایت میں دیکھ چکے کہ جب سب انصار شہید ہو چکے تھے اُس وقت یہ دو شخص باقی تھے۔ بشیر بن عمرو حضرمی اور سوید بن عمرو۔ اسکے بعد تاریخ میں بصراحت موجود ہے کہ:۔

کان اخر من بقی مع الحسینؑ من اصحابہ سوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی۔

"سب سے آخر میں جو شخص اصحاب امام حسینؑ میں حضرتؑ کے ساتھ رہ گئے تھے وہ سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی تھے۔[2]

اس سے ظاہر ہے کہ وہ بشیر بن عمرو حضرمی کے بعد شہید ہوئے ہیں اسی لئے ابصار العین میں تصریح کی ہے کہ جب بشیر حضرمی قتل

[1] تنقیح المقال جلد ۲ ص ۷۳۔ [2] طبری جلد ۶ ص ۲۵۹۔

سنہ ۶۴ھ میں سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ کے ساتھ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں شہادت پائی [۱]

رہ گئے ابو مخنف لوط بن یحییٰ وہ غالباً اُس وقت دنیا میں موجود ہی نہ تھے، وہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ امام محمد باقرؑ کے عہد کا ادراک کیا مگر یہ بھی ثابت نہیں ہے۔ [۲] پھر اس کی بنیاد کیا باقی رہتی ہے کہ وہ خود واقعۂ کربلا میں موجود تھے اور اپنے چشم دید واقعات لکھے ہیں اس لئے قابل قبول ہیں۔ پھر ابو مخنف کے اصل مقتل کا دنیا میں وجود بھی نہیں ہے۔ بحار وغیرہ میں اُس کے حوالہ سے کتب قدیمہ کے واسطہ سے روایات درج ہیں لیکن یہ آپ کو معلوم ہو چکا کہ ابراہیم بن الحصین کا ذکر بحار میں نہیں ہے۔

ابو الحتوف الانصاری

"حدائق وردیہ" میں جو ایک زیدی المذہب مصنف کی تالیف ہے اُن کا ذکر ہے۔ اُن کے بھائی سعد بن الحارث الانصاری اور وہ دونوں لشکر عمر بن سعد میں تھے اور خوارج کے فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

---

[۱] اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ ۔ [۲] الشیعۃ وفنون الاسلام صفحہ ۶۷

ابراہیم بن الحصین الاسدی

ابن شہر آشوب نے ابو ثمامہ صائدی کے بعد اُن کی جنگ کا ذکر کیا ہے
(مناقب جلد ۴ ص۹۶)
سپہر کاشانی نے اُن اصحاب کی فہرست میں جن کا نام بحار وغیرہ میں نہیں ہے اُن کو ابراہیم بن الحسین کے نام سے درج کیا ہے۔ اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ :-
"ہمانا یحیی از اصحاب امیر المومنین علیہ السلام است وپسرش لوط کہ کنیتش بابی مخنف است در شمار اصحاب حسن وحسین علیہما السلام است چوں حاضر ایں مواقع بود چہ انچہ را دیدہ وآنرا کہ شنودہ یکبارہ خالی از صحت نباید دانست" (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۲۷۷)
اب اس محققانہ استدلال پہ میں کیونکر اعتماد کروں جس کا کوئی ایک جزو بھی صحیح نہیں ہے۔
ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کا پورا نام جو تاریخ سے ثابت ہے یہ ہے "لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم الغامدی" ان کے پردادا مخنف بن سلیم غامدی وہ تھے جو صحابی تھے اور امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھے اور جنگ صفین میں قبیلۂ ازد کے رایت کے حامل تھے اور انھوں نے

احمد بن محمد الہاشمی

ابن شہر آشوب نے عمرو بن قرظۃ انصاری کے بعد ان کا ذکر کیا ہے
(مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۶)

ہاشمی سے مراد اگر یہ ہو کہ وہ بنی ہاشم سے تھے تو اعزاء امام کے سلسلہ سے بالکل علیحدہ اصحاب کے ذیل میں ان کا داخل ہونا عجیب ہے اور پھر بنی ہاشم میں کس شاخ سے وہ متعلق تھے اسکا پتہ نہیں۔

انیس بن معقل اصبحی

ابن شہر آشوب نے جون مولی ابی ذر کے بعد ان کا ذکر کیا ہے
(مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵)

سپہر کاشانی نے ان اصحاب کی فہرست میں جن کا ذکر بحار وغیرہ میں نہیں ہے۔ اعصم کوفی کے حوالہ سے ان کا تذکرہ کیا ہے (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۰)

خالد بن عمرو بن خالد ازدی

"عمرو بن خالد اسدی صیداوی" کا تذکرہ اس کے پہلے ہو چکا

جب امام حسینؑ کے تمام اصحاب شہید ہو چکے تو حضرتؑ نے آواز استغاثہ
بلند کی اور اہل حرم میں نالہ و فریاد کا شور برپا ہوا۔ بس ان دونوں
بھائیوں کو تاب نہ رہی اور یہ تلوار کھینچکر فوج اہل کوفہ سے لڑنے لگے
اور جان بحق تسلیم ہوئے (ابصار العین ص۹۲)

ابو عمرو نہشلی

سپہر کاشانی نے یزید بن زیاد بن شعثار کے بعد اُن کا ذکر کیا ہے
اور ابن نما کی مہران مولیٰ بنی کاہل کی زبانی یہ روایت درج کی ہے
کہ روز عاشورا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مثل شیر کے حملہ کر رہا
تھا اور رجز پڑھ رہا تھا میں نے نام پوچھا تو معلوم ہوا ابو عمرو نہشلی آخر
ایک شخص نے قبیلہ بنی تیم اللات سے جس کا نام تھا عامر بن نہشل اُن پر
حملہ کیا اور قتل کیا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۶)

مؤلف ابصار العین نے ابن نما کی عبارت کا یہ اقتباس سیف
بن عرب بن حنظلۃ الصائدی الہمدانی کے حال میں درج کیا ہے
اس بنا پر کہ اُنکی کنیت ابو عمرہ تھی اور انھوں نے روایت کے
الفاظ یہ درج کئے ہیں کہ میں نے نام پوچھا تو معلوم ہوا ابو عمرۃ الحنظلی
اس صورت میں "ابو عمرو نہشلی" کی اصلیت کچھ باقی نہیں رہتی۔

تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۵۸۳) میں بھی اُن کا حال درج ہے اور سپہر کاشانی نے بھی اُسے نقل کیا ہے (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۵)

شبیب بن جراد الکلابی الوحیدی

علامہ مامقانی نے اُن کا حال درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ علمائے سیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ کوفہ کے بہادر تھے اور امیر المومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور لڑائیوں میں کارنمایاں کر چکے تھے خصوصاً صفین میں اُنھوں نے بڑی جانفشانی سے کام لیا تھا۔

جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تو اُنھوں نے مسلم کی بیعت کی اور امام حسین کی جانب سے بیعت لیتے تھے۔ کربلا میں وہ عمر سعد کی فوج میں آئے اور نویں شب تاریخ ۹ اسی لشکر میں تھے۔ جب شمر عمر سعد کے پاس ابن زیاد کا خط لایا۔ اور یہ یقین ہو گیا کہ جنگ ضرور ہو گی۔ تو شب عاشور وہ امام کے پاس جاکر ابو الفضل العباس اور اُنکے بھائیوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ وہ ام البنین مادر عباس کے قبیلہ سے تھے۔ روز عاشور میدان جنگ میں گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے (تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۸۰)

: اب یہ علمائے سیر کون ہیں جن میں سے بس ایک سے بھی

ہے[1] "اسدی" کے بجائے ابن شہر آشوب نے "ازدی" درج کیا ہے اور
عمرو بن خالد ازدی کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اُن کا فرزند خالد میدان
جنگ میں آیا (مناقب جلد ۴ ص ۹۴)
سپہر کاشانی نے بھی اس کا تتبع کیا ہے (ناسخ جلد ۶ ص ۲۶۵)
لیکن عمرو بن خالد اور ان کے تمام ساتھی جو کوفہ کے راستہ میں
امام سے آکر ملحق ہوئے تھے نام بنام تاریخ میں مذکور ہیں۔ اُس سے
یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے فرزند بھی اُن کے ساتھ تھے بیشک
اُن کا غلام سعد تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے[2]

سعد بن حارث الانصاری

ان کے بھائی "ابو الحتوف انصاری" کے ذکر میں ان کا حال درج
ہو چکا ہے۔

سعید بن حنظلہ تمیمی

ابن شہر آشوب نے خالد بن عمر ازدی کے بعد اُن کا ذکر کیا ہے
(مناقب جلد ۴ ص ۹۴)

[1] شہدائے کربلا حصہ اول ص ۴۲-۴۴ [2] شہدائے کربلا حصہ اول ص ۴۵

جلدی کرا طرماح گئے۔ غانہ پہونچا اور اپنے اہل وعیال سے وصایا کرکے روانہ ہوگئے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں بنی ثعل کے راستہ سے کوفہ کی جانب چلا جب "عذیب الہجانات" میں پہونچا تو سماعہ بن بدری ملاقات ہوئی جنھوں نے مجھ کو حسین کی شہادت کی خبر سنائی۔ میں اسی جگہ سے واپس ہوگیا [1]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی

ابن شہر آشوب نے اُنکا ذکر مسلم بن عوسجہ کے بعد کیا ہے (مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۴-۹۵) اور روضۃ الصفا (جلد ۳ صفحہ ۵۸۴) میں سعید بن عبداللہ حنفی کے بعد اُن کا تذکرہ ہے۔

علی بن مظاہر اسدی

سپہر کاشانی نے اُن کا ذکر کیا ہے فہرست میں اُن شہداء کی جو بحار وغیرہ میں درج نہیں ہیں۔ اور لکھا ہے کہ وہ ابراہیم بن الحسین اسدی کے بعد میدان جنگ میں آئے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۸۱)

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۱۔

واقف نہیں ہوں۔ اسے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

طرّماح بن عدی

سپہر کاشانی نے اُن کا ذکر اُن شہدار کی فہرست میں کیا ہے جن کا ذکر بحار وغیرہ میں نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ معلی بن معلی کے بعد طرّماح بن عدی میدان میں آئے۔ رجز پڑھی جنگ کی اور شہید ہوئے۔
(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۷-۲۷۸)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ طرمّاح بن عدی اُس جماعت کے دلیل راہ (راستہ بتانے والے رہنما) تھے جو عذیب الہجانات میں امام کے پاس آئی تھی۔ اس کا تذکرہ میں نے پہلے کی کتابوں میں کیا ہے۔ اُنھوں نے امام کو اس امر کی دعوت بھی دی تھی کہ آپ اجاء اور سلمیٰ کے پہاڑوں پر چل کر قیام کیجیے۔ وہاں بیس ہزار قبیلہ طے کے سواروں کا میں ذمّہ دار ہوں کہ وہ آپ کی حمایت کرینگے۔ امام نے اُنھیں دعائے خیر دی تھی اور اس مشورہ کے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی تھی جس کے بعد طرماح بن عدی یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں نے کوفہ سے کچھ غلہ اپنے اہل وعیال کیلئے خریدا ہے اسے وہاں پہونچا دوں تو پھر آؤں گا۔ اگر آپ کے پاس پہونچ گیا تو آپ کی مدد کرونگا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر تمھیں آنا ہی تو

قرۃ بن ابی قرۃ الغفاری

ابن شہر آشوب نے اُن کو یحییٰ بن سلیم مازنی کے بعد لکھا ہے (مناقب جلد ۲ صفحہ ۹۵) اور روضۃ الصفا (جلد ۳ صفحہ ۵۵) میں بھی اُن کا ذکر ہے۔

مالک بن اوس مالکی

سپہر کاشانی نے اُن شہداء کی فہرست میں جو بحار وغیرہ میں مذکور نہیں ہیں اُن کی شہادت کا تذکرہ اس طرح درج کیا ہے:۔

" دیگر مالک بن اوس مالکی بروایت اعصم کوفی کہ از بزرگان علمائے اخبار و موثقین راویان آثار است باشمشیر کشیدہ بمیدان تاخت الخ"

(ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵)

اب کس طرح اس کا یقین ہو جبکہ اعصم کوفی جس کو صاحب ناسخ " از بزرگان علمائے اخبار و موثقین راویان آثار" لکھ رہے ہیں ایک بالکل مجہول شخص ہے جس کی کوئی اصلیت ثابت نہیں۔

مالک بن دودان

ابن شہر آشوب نے اُن کی شہادت کو غلام ترکی کے بعد ذکر کیا ہے

ابومخنف اور شرح شافیہ کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مقتل ابومخنف مفقود ہے اور شرح شافیہ مجہول و راگر انکی کوئی حقیقت فرض کی جائے تو وہ حبیب بن مظاہر کے بھائی معلوم ہوتے ہیں لیکن حبیب کے ساتھ اُن کے کسی بھائی کے ہونے کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں ہے۔ علی بن مظاہر کے متعلق ایک روایت شب عاشور کی ہے جو ذاکرین کی زبانوں پر مشہور ہے لیکن اُس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عمرو بن مطاع جعفی

ابن شہر آشوب نے اُن کا ذکر مالک بن انس کاہلی کے بعد کیا ہے (مناقب جلد ۴ صـ۹۵)

روضۃ الصفا (جلد ۳ صـ۸۴) میں بھی اُن کا ذکر موجود ہے سپہر کاشانی نے بھی درج کیا ہے (ناسخ التواریخ جلد ۶ صـ۲۷۳)

عمیر بن عبداللہ مذحجی

ابن شہر آشوب نے انھیں سعد بن حنظلہ تمیمی کے درج کیا ہے (مناقب جلد ۴ صـ۹۴) ناسخ (جلد ۶ صـ۳۶۵) میں بھی اُن کا ذکر ہے۔

کیا ہے۔ (مناقب جلد۴ صہ ۹۵ - روضۃ الصفا جلد۳ صہ ۲۰۴) میں بھی اُن کا ذکر ہے۔

یحییٰ بن کثیر انصاری

اُن کا ذکر ہے کاشانی نے کیا ہے اور ابو مخنف اور شرح شافیہ کا حوالہ دیا ہے۔ (ناسخ جلد۶ صہ ۲۷۱)

یحییٰ بن ہانی بن عروہ مرادی

حضرت مسلم کو پناہ دینے والے ہانی کے فرزند۔ علامہ مامغانی نے اہل سیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب ہانی اور مسلم قتل ہو گئے تو ہانی کے فرزند یحییٰ بھاگ کر اپنی قوم کے پاس مخفی ہو گئے جب انھیں امام حسینؑ کے کربلا میں ورود کی اطلاع ہوئی تو وہ کربلا آ کر حضرت کے ہمراہ ہوئے اور روز عاشور شہید ہوئے (تنقیح المقال جلد۳ صہ ۳۲۲)

اہل سیر سے کون لوگ مراد ہیں یہ راز سربستہ ہے طبری کی روایت سے بالکل اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے اُس میں ان کی زبانی روایت درج ہے جو واقعہ کربلا سے متعلق ہے۔

ہشام بن محمد کلبی کہتے ہیں کہ مجھ کو ابو مخنف نے اطلاع دی اُن سے

(مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵-۹۶)

ناسخ نے اُن شہدا کی فہرست میں جو بحار وغیرہ میں درج نہیں کئے گئے ہیں جابر بن عروہ غفاری کے بعد لکھا ہے "ازلیں او مالک بن داؤد حضرت امام علیہ السلام راسلام داد و بمیدان شتافت (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۰۷)

محمد بن مطاع

سپہر کاشانی نے شرح شافیہ کے حوالہ سے اُن کی شہادت کا ذکر کیا ہے (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵)

معلی بن العلی

شرح شافیہ اور ابو مخنف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ بڑے بہادر تھے جنگ کر کے زندہ گرفتار کئے گئے اور عمر بن سعد کے پاس لیجائے گئے اُس نے بھی اُن کی بہادری کی تعریف کی اور اُن کے سر قلم کرنے کا حکم دیا (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۷)

یحییٰ بن سلیم مازنی

اُن کا ذکر ابن شہر آشوب نے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ یزنی کے بعد

فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ۔ لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	محصول ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	محصول ڈاک
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	۰۴/	ـ/	۲۰	دی مارٹیڈم آف حسینؑ	۲ـ/	ـ/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت (ختم)	۰۶/	ـ/	۲۱	اسوۂ حسینی	۰۷/	ـ/
۳	مولود کعبہ (ختم)	ـ/	ـ/	۲۲	جنگ صفین	۳ـ/	ـ/
۴	وجود حجت	۰۴/	ـ/	۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اوّل	۰۶/	ـ/
۵	اصول دین اور قرآن	۰۴/	ـ/	۲۴	″ ″ حصہ دوم	۰۵/	ـ/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۴/	ـ/	۲۵	مقصود کعبہ	ـ/	ـ/
۷	حسینؑ اور اسلام (اردو)	۱/	ـ/	۲۶	مذہب اہل بیت حصہ دوم	۹/	ـ/
۸	″ ″ (ہندی)	ـ/	ـ/	۲۷	مذہب اور سائنس	ـ/	ـ/
۹	″ ″ (انگریزی)	ختم		۲۸	معرکہ کربلا	ختم	
۱۰	متعہ اور اسلام	۹/	۲ـ/	۲۹	کربلا کا مہا یودھ	″	
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۰/	ـ/	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا (انگریزی)	۲ـ/	ـ/
۱۲	تجارت اور اسلام (ختم)	۲ـ/	ـ/	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۹/	ـ/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم (ختم)	۰۴/	ـ/	۳۲	دور استبداد	۰۴/	ـ/
۱۴	علی اور کعبہ (ختم)	ـ/	ـ/	۳۳	حقیقت بدار	۲ـ/	ـ/
۱۵	رجال بخاری حصہ اوّل	۰۶/	ـ/	۳۴	خطیب آل محمدؐ	۰۴/	ـ/
۱۶	مذہب اہل بیت حصہ اول	۰۵/	ـ/	۳۵	تدوین حدیث	ـ/	ـ/
۱۷	نور مصحف و غدیر	ـ/	ـ/	۳۶	مطلوب کعبہ	ـ/	ـ/
۱۸	مجاہدہ کربلا	۲ـ/	ـ/	۳۷	محاربۂ کربلا	۲ـ/	ـ/
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان (ہندی)	ختم		۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۰/	ـ/

یحیٰی بن ہانی بن عروہ نے بیان کیا کہ نافع بن ہلال روز عاشور جنگ کر رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے (انا الجملی انا علی دین علی) [۱]
اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے۔

یہ وہ نام ہیں جن کی حقیقت پر مجھے ابھی کافی بھروسا نہیں ہے۔
ممکن ہے مجھے اس کے بعد بعض ناموں کے متعلق کافی رجحان پیدا ہو جائے
تو میں انھیں شہداء کی فہرست میں داخل کر دوں

والسلام

علی نقی النقوی عفی عنہ

۲۹ محرم ۱۳۵۶ھ

---

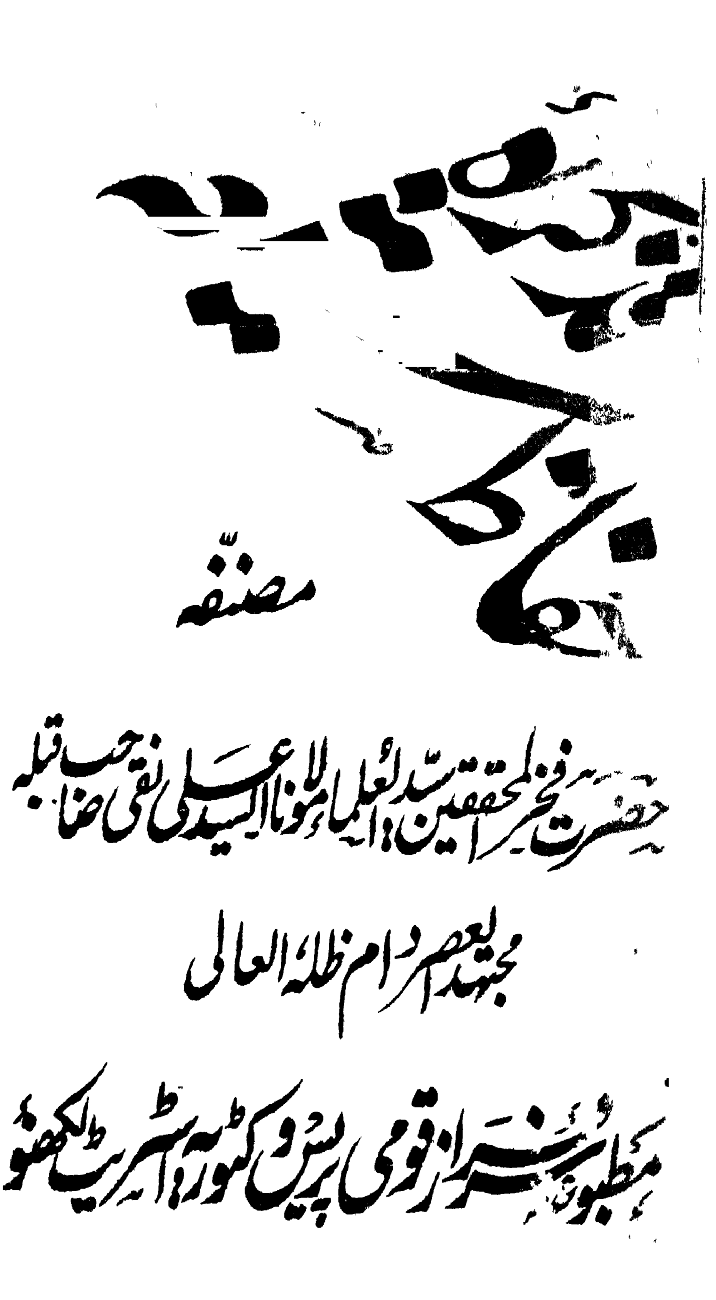
[۱] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۹۔

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۳۹	دی میسیج آف اسلام انگریزی	۱۰ر	۳ر	۴۸	شہدائے کربلا	۱۲ر	۱
۴۰	اثبات عزاداری	۴ر	۱ر	۴۹	کربلا کا جامع مر (ہندی)	۲ر	۲
۴۱	مسئلہ فدک	۵ر	۱ر	۵۰	حسین ان دی لیپ آف کربلا	۱ر	۱
۴۲	تاجدار کعبہ	۱ر		۵۱	شہید اعظم	۳ر	۱
۴۳	خلافت و امامت حصہ اول	۵ر	۱ر	۵۲	لاتفسدوا فی الارض	۴ر	۱
۴۴	" " حصہ دوم	۴ر	۱ر	۵۳	نہج البلاغہ کا استاد	۱۲ر	۱
۴۵	" " حصہ سوم	۴ر	۱ر	۵۴	خلافت و امامت حصہ چہارم	زیر طبع	
۴۶	تحقیق اذان	۱ر	۱ر	۵۵	شہدائے کربلا حصہ دوم	"	
۴۷	ذوالجناح	۱۰ر	۱ر	۵۶	ابوالائمہ کی تعلیمات	"	

فہرست کتب امامیہ مشن بک ایجنسی

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۱	حسین دی مارٹر (انگریزی) ختم	۱۲ر	۳ر	۸	رسالہ رسول کی بیٹی	۲ر	
۲	الشہید	۱۰ر	۱ر	۹	گل عصمت	۱۰ر	
۳	کائنات قبل از اسلام	۲ر	۱ر	۱۰	رجال بخاری حصہ دوم	۶ر	
۴	قاتلان حسین کی گرفتاری	۸ر	۲ر	۱۱	ڈیریم ترم اینڈ فری آف ملعون (انگریزی)	۱۲ر	
۵	گنج دینیات	۱۲ر	۲ر	۱۲	تاریخ ازدواج	۸ر	
۶	ذخیرۃ الاحکام	۴ر	۱ر	۱۳	الہامی کلمات	۳ر	
۷	صحیفۂ تجلی (دعائیہ)	۱۳ر	۱ر	۱۴	شہید اسلام	۱۲ر	

پرنٹر مختار حسین، جوتوری۔ پبلشر سید محمد رضا نقوی۔



مصنفہ

حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

مجتہد العصر دام ظلہ العالی

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ